ملنے کا پتہ:- دائرہ الاصلاح کوچہ چابک سواران لاہور

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ...... اَلَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حَافِظُوْنَ اِلَّا عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ

الحمد للہ کہ رسالہ نمبر ۲۲ الموسوم بہ

تَنْبِيْهُ الْاَغْبِيَاۤءِ عَلٰى حُرْمَتِ مُتْعَةِ النِّسَآءِ

(ربیع الثانی سنہ ۱۳۴۱ ہجری)

جس میں از روئے نصوص صریحہ و احادیث صحیحہ عقل سے اور نقل سے حرمت متعہ ثابت کیگئی ہے اور واضح کردیا گیا ہے کہ متعہ ایک ایسا فعل ہے جسکو کوئی باغیرت اور دیندار انسان اپنے اور اپنی اولاد کیلئے جائز قرار نہیں دے سکتا نیز اُن تمام دلائل و براہین کا رد کیا گیا ہے جو علمائے مخالفین جواز متعہ میں پیش کیا کرتے ہیں

از قلم حسن ابن علی بی اے وکیل

خاص اہل سنت والجماعت کے استفادہ کیلئے دائرۃ الاصلاح لاہور کوچہ چابکسواران کیطرف سے چھپکر مفت تقسیم ہوا

گردھر سٹیم پریس لاہور باہتمام لالہ لال چند بہل پرنٹر چھپا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وجہ تالیف کتاب

اِس سے پہلے شیعہ صاحبان متعہ کے جواز مین کئی کتابین لکھ چکے ہین - چنانچہ مولوی حائری صاحب کے والد بزرگوار کی "برہان المتعہ" لاہور مین اور "تنبیہ المنکرین" دہلی وغیرہ مین شایع ہو چکی ہین - مگر چونکہ یہہ کتابین عام طور پر شیعون تک ہی محدود تھین - اس لئے ہمین اس مسئلہ پر قلم اٹھانے کی چندان ضرورت محسوس نہ ہوتی تھی - مگر چونکہ شیعان لاہور نے حضرت صادق رضہ کے حکم کے خلاف تقیہ کو چھوڑ کر اپنے مذہب کو روشنی مین لانا شروع کر دیا ہے - جس سے یقیناً وہ حضرت جعفر رضہ کے ارشاد مندرجہ اصول کافی کے مطابق کہ مَنْ اَذَاعَهٗ اَذَلَّهُ اللّٰهُ ذلیل ہو نگے - چنانچہ لاہور الاہیون کے ایک شیعہ کے واعظ مولوی محسن علی شاہ صاحب سبزواری نے ایک رسالہ مسمی بہ "عجالہ نافعہ" لکھا ہے - جو چھاپ کر اہل سنت والجماعت مین مفت تقسیم کیا گیا ہے - اس مین حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے خلاف بہت کچھ زہر اگلا ہے - ہمین بتایا گیا تھا کہ مولوی سبزواری صاحب ایک غیر متعصب شیعہ ہین - اور وہ مولوی حائری وغیرہ کی طرح بزرگان دین پر حملے دل کے پھپھولے نہین پھوڑا کرتے - مگر عجالہ نافعہ نے ثابت کر دیا - کہ یہ ایرانی گروہ تمام کا تمام علےٰ ملۃ واحدۃ کا حکم رکھتا ہے - اس کا ہر چھوٹا بڑا - جاہل - عالم بزرگان دین کی بے ادبی کرنے مین یکسان حکم رکھتا ہے - سبزواری مولوی صاحب اپنے آپ کو غیر متعصب بیان کر کے اضلاع جھنگ وغیرہ کے بیخبر اشخاص کو در پردہ شیعیت کی تعلیم اور کتنے عرصہ تک دے سکتے تھے آخر ایک دن شان سبزواری اپنے اصلی رنگ مین ظاہر ہونی تھی چنانچہ وہ ہو کر رہی - اور "نافعہ عجالہ" نے ان کی اصلی صورت کو نمایان کر دیا*

ناظرین حیران ہونگے کہ شان سبزواری کے کیا معنی - لہذا ہم انکو زیادہ متعجب مین رکھنا نہین چاہتے - اور بتا دیتے ہین کہ سبزوار ایران مین ایک شہر ہے

جس کے لینے والے سخت متعصب رافضی ہین - اس کی تصدیق مولانا رومی کی "مثنوی معنوی" سے ہوتی ہے - چنانچہ مذکور ہے کہ محمد خوارزم شاہ نے صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کو برا کہنے والون کے شہر کا محاصرہ کر لیا - رافضیون نے اس وقت کیا کیا - مولانا ہی کی زبان سے سن لو -

سجدہ آوردند پیشش کالاماں ٭ حلقہ ما در گوش کن وا بخش جاں

یعنی آگے سجدے کئے - اور جان کی امان چاہنے - خوارزم شاہ نے

گفت نرہانید از من جانِ خویش ٭ تا نیاریدم ابوبکرؓ بہ پیش

بد ہو تان ہیچ کِشت اے قوم دون ٭ نے خراج استانم و نے ہم فسون

کہا کہ تمہاری جان بخشی کی ایک ہی صورت ہے - کہ اپنے شہر مین سے ایک ابوبکرؓ پیدا کر دو - مجھے تمہارے خراج اور سجدون کی ضرورت نہین - انہون نے عرض کیا (کے بود بوبکر اندر سبزوار ٭ یا کلوخ خشک اندر جویبار) کہ جسطرح نہر مین ڈھیلا خشک نہین رہ سکتا اسی طرح سبزوار مین ابوبکرؓ کا ہونا ناممکن ہے - ہم سے جتنا مال و زر چاہین لے لین لیکن ابوبکرؓ کا مطالبہ نہ کرین - یہ سنکر شاہ نے

رو بتابید از زر و گفت اے مغان ٭ تا نیاریدم ابوبکرؓ ارمغان

ہیچ سودے نیست کودک نیستم ٭ تا بزر و سیم اندر ما نی خوش شوم

سیم و زر کیطرف سے منہ پھیر لیا - اور کہا کہ مین اس کا بھوکا نہین ہون اے آتش پرستو! جب تک ابوبکرؓ کا تحفہ مجھے لا کر نہین دو گے نجات نہین پاؤ گے - الغرض یہ جواب سن کر وہ ابوبکرؓ کی تلاش مین چار سو پھیل گئے - اور تین چار دن کے سفر کے بعد ایک گوہر مقصود حاصل ہو گیا - اسکو کندھے پہ اٹھا کر خوارزم شاہ کے پاس لے آئے - اور ایک ابوبکرؓ کے نام کے تصدق مین سبزوار نے امان پائی - اگر ہمارے سبزواری مخاطب احسان مندی اور حق شناسی کا مادہ رکھتے ہوتے - تو عجالہ نافعہ مین حضرت ابوبکر صدیق رضہ کے منہ آکر اسطرح منہ کی نہ کھاتے مگر وہ مجبور ہین - کل شیء یرجع الی اصلہ ٭

خیر یہ ایک جملۂ معترضہ تھا۔ لیکن ہمین اِس وقت کتاب ہذا کی وجہ تالیف بتانا ہے۔ سو عرض ہے کہ اہل سنّت مین مفت تقسیم کردہ "رسالہ نافعہ" مین سبزواری صاحب نے ایک باب باندھا ہے جسمین متعہ کو اسلامی مسئلہ ثابت کرنے کی ناپاک کوشش کی ہے۔ اسی طرح شیعون کے علامہ حایری نے ۲۸ اکتوبر کو تکیہ سے باہر نکل کر متعہ کو قرآن سے ثابت شدہ مسئلہ بتایا۔ اور اس کا حرام کرنے والا حضرت عمرؓ کو بنایا۔ اسلیئے ہم نے جناب حسنؓ ابن علیؓ صاحب کو تکلیف دی کہ وہ اس پر قلم اٹھائین۔ اور اس مسئلہ کا تار و پو الگ کر کے بتلاوین کہ متعہ کا اسلام سے کیا تعلق ہے۔ اور ایک باغیرت انسان کی فطرت کہانتک اس حیا سوز مسئلہ کو قبول کر سکتی ہے۔ صاحب موصوف نے اس کتاب کی تیاری مین جو محنت شاقہ برداشت کی ہے۔ وہ قارئین کرام کو مطالعہ سے واضح ہو جائے گی۔ خدائے تعالےٰ ان کو اس کا اجر دے ہم سوائے شکریہ ادا کرنے کے اور کیا کر سکتے ہین ؎

پروردگارِ خلق تواند جزائے تو

راقم

دبیر دائرۃ الاصلاح لاہور

اعلان

:- رسالہ اظہار حقیقت میں جو ہم نے شیعہ و سنی بحث کا ذمہ وار حایری صاحب کو قرار دیا تھا۔ الحمد للہ کہ وہ اس سے انکار نہین کر سکے۔ بلکہ ہمارے قول کی تصدیق انہون نے اپنے بازار مین نکل کر کر دی۔ اگرچہ آپ نے بڑے تقیہ سے کام لیکر تعزیہ، مسائل متعہ وغیرہ کو جو وہ لاہور مین بیس سال سے معرض بحث مین لا کر تفرقہ برپا کر رہے ہین۔ غلط طور پر اہل سنت کی کتب سے جائز ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی۔ آپکی غلط بیانیون اور فریب دہیون کا راز انجمن معین الاسلام متعدد وعظون مین طشت از بام کر چکی ہے دائرہ بھی اپنے فرض سے غافل نہین۔ مسئلہ فدک پر لاجواب تردید رسالہ باغ فدک شایع ہو چکا۔ احراق قرآن کے اتہام کی تردید رسالہ امام مبین و نقش الاعتساف مین بیان کر دیگی۔ متعہ کا رد اس کتاب سے بوجہ احسن ہو گیا باقی مسائل بھی یکے بعد دیگرے بذریعہ تحریر بیان کر کے دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی الگ کر کے دکھا دیا جائیگا انشاء اللہ

ابواب کتاب ہذا

تمہید کے علاوہ جس میں متعہ کے اصطلاحی معانی اور موازنہ ونا و متعہ درج ہے۔ یہ رسالہ تین بابوں پر منقسم ہے۔

باب اول دلائل عقلیہ پر مشتمل ہے۔ جس کو دو فصلوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

فصل اول میں ہمارے دلائل عقلیہ نسبت حرمت متعہ کا ذکر ہے۔ اور

فصل ثانی میں شیعوں کے دلائل عقلیہ نسبت حلت متعہ اور ان کے جوابات درج ہیں۔

باب دوئم میں آیات قرآنی سے حرمت متعہ ثابت کیگئی ہے اور جسقدر اعتراضات شیعوں کی طرف سے ان آیات کو موڑ توڑ کر کئے گئے ہیں ان کے مفصل جوابات دئے گئے ہیں۔

باب سوئم میں احادیث شیعہ و سنی پر مکمل تبصرہ کیا گیا ہے۔ اسکی دو فصلیں ہیں۔

فصل اول میں احادیث اہل تشیع کا تذکرہ ہے۔ جس کو پھر آگے دو حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

حصہ اول میں روایات حرمت صریحہ اور

حصہ دوئم میں روایات حرمت استدلالیہ درج ہیں۔ اور

فصل ثانی میں صرف ان احادیث اہل سنت والجماعت کا بیان ہے جسے شیعہ صاحبان حلت متعہ کے متعلق تصور کرتے ہیں۔

"متعہ" کی تعریف

الاستمتاع فی اللغۃ الانتفاع وکل من انتفع بہ فھو متاع

متعہ کے لغوی معنے نفع وفائدہ کے ہین ۔ اور شیعون کی شرعی اصطلاح
مین جب ایک مسلمان مرد کسی مسلمان عورت کو مقررہ وقت کیلئے اور مقررہ
اجرت کے عوض مجامعت کیخاطر ٹھیکہ پر لے ۔ تو اسے متعہ کہتے ہین ۔ انما
ھی مستاجرہ (ترجمہ) تحقیق ممتوعہ عورت ٹھیکہ کی چیز ہوتی ہے ۔ (کافی
جلد ۲ کتاب اول صـ ۱۹۱) متعہ اور زنا مین کل مراحل یکسان ہین سوائے
اس کے کہ زنا مین صیغہ متعہ نہین پڑھا جاتا اور متعہ مین یہ صیغہ اسطرح
پڑھا جاتا ہے ۔ کہ عورت کہتی ہے متعتک نفسی (ترجمہ) مین نے
اپنے نفس کو تیرے متعہ مین دیا ۔ اور مرد کہتا ہے قبلتک (ترجمہ) مینے
قبول کیا تجھ کو (جامع عباسی صـ ۳۵۱)

موازنۂ متعہ وزنا

(۱) زنا مین خرچی پیشگی دیجاتی ہے ۔ اور متعہ مین اجرت پیشگی
(تنبیہ المنکرین صـ ۲۹) کیونکہ مابعد کا دعوے عدالت مین ممنوع السماعت
ہے ۔ اس لئے کہ معاوضۂ معاہدۂ ناجائز ہے ۔

(۲) زنا مین خرچی کا تعین نہین ہے ۔ اور متعہ مین بھی نہین ۔ ایک مٹھی
گندم (کف من بر) یا ایک لقمہ طعام (کف من طعام ۔ کافی جلد ۲
کتاب اول صـ ۱۹۲) سے لیکر لاتعداد رقم نقد تک ہوسکتا ہے ۔ دونو
صورتون مین مرد کی حیثیت وحوصلہ پر اس کا انحصار ہے ۔

(۳) زنا کے لئے تعین وقت ضروری ہے ۔ اور متعہ بھی اس کے بغیر ناجائز
ہے ۔ "اگر میعاد گھڑی گھنٹے کی رو سے معین نہ ہوگی تو متعہ باطل ہے"
(جامع عباسی صـ ۳۵۱) خواہ وقت ایک گھڑی گھنٹہ سے لیکر ایک ماہ یا
ایک سال ہو ۔ مرد کی فرصت وحیثیت اس امر کا فیصلہ کر سکتی ہے ۔

(۴) زنا میں بھی تنہائی اور پوشیدگی ضروری ہے۔ اور متعہ کے لئے بھی اشتہار و اعلان کی ضرورت نہیں۔ (تہذیب الاحکام۔ باب النکاح)
لیس فی المتعہ اشتہار و لا اعلان۔

(۵) زنا چونکہ فعل غیر شرعی ہے۔ اس لئے عورتوں کی تعداد کی قید شرعی طور پر عبث فعل ہے۔ خواہ مرد ایک وقت میں دس عورتوں سے زنا کرے۔ اسی طرح متعہ میں بھی اس قسم کا کوئی تعین نہیں ہے تزوج منھن الفاً فانھن مستاجرات (ترجمہ) ہزار عورتوں سے متعہ کرو۔ کیونکہ وہ ٹھیکہ کی چیزیں ہیں (کافی جلد ۲ کتاب اول صفحہ ۱۹۱)
اسی طرح استبصار کے باب یجوز الجمع بین اکثر من اربعہ فی المتعہ میں زرارہ سے روایت ہے کما یحل من المتعہ قال کم شئت (ترجمہ) ممتوعہ کتنی حلال ہیں۔ فرمایا جسقدر چاہو۔

(۶) پیشہ ور زانیہ عورتیں بے حجاب ہوا کرتی ہیں۔ اور ممتوعہ کیلئے بھی پردہ کی قید لگانی ناجائز ہے۔ استبصار کتاب الحدود باب مایحصن

(۷) زنا بغرض رفع حاجت شہوانی ہوتا ہے نہ بغرض بقائے نسل انسانی اور متعہ کی بھی غرض و غائیت یہی ہے (تنبیہ المنکرین صفحہ ۶) بلکہ متعہ میں منی کا اخراج اور اس کا پھینکنا مقصود ہوتا ہے۔ خواہ مرد بوقت انزال منی عورت کے رحم سے باہر ہی گرا دیوے (جامع عباسی صفحہ ۱۵۵)

(۸) زنا میں بھی جسوقت مرد چاہے۔ بلا طلاق دے اپنے آپ کو عورت سے الگ کر سکتا ہے۔ اور یہی حالت بعینہ متعہ میں بھی پائی جاتی ہے۔ طلاق کی ضرورت یہاں بھی نہیں (جامع عباسی صفحہ ۱۳۵)

(۹) زنا میں بھی نہ توارث فی الاولاد ہے۔ اور نہ فیما بین فریقین (یعنی نہ اولاد کو حق وراثت پہنچتا ہے۔ نہ مرد و عورت میں سے کسی کو) اور یہی عمل متعہ میں بھی جاری ہے لاتترثینی ولا ارثک (فروع کافی جلد ۲۔ کتاب اول صفحہ ۱۹۳ و جامع عباسی صفحہ ۱۳۵)

(۱۰) زنا میں بھی عورت کا نان و نفقہ مرد کے ذمہ نہیں ہوتا۔ اور متعہ میں

بھی یہ حالت یکسان ہے۔ (جامع عباسی صث۲۳) طلاق کی صورت مین بھی
تا انقضائے عدت مطلقہ کا نان و نفقہ مرد کے ذمہ ہوتا ہے۔ مگر متعۂ مین
یہ بھی نہین ہے۔ ولا عدۃ لہا علیک (کافی جلد ۲ کتاب اول صث۱۹۳)

ثواب متعہ

باوجود اس امر کے متعہ بعینہٖ بمنزلہ زنا کے ہے۔ مگر شیعہ صاحبان اس حیاسوز عقد کو اپنے لئے طرۂ افتخار اور اس عقیدہ مخرب اخلاق و تمدن کو موجب ثواب دارین سمجھتے ہین۔ ان کی کتب مقدسہ مین اس فعل شنیعہ کے اسقدر محاسن و ثواب درج ہین۔ کہ شاید ہی کسی اور کے ہون۔ ایک دفعہ متعہ کرنے سے درجہ امام حسینؑ اور دوبار کرنے سے درجہ امام حسنؑ اور تین بار کرنے سے درجہ حضرت علیؑ اور چار بار کرنے سے درجہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حاصل ہوتا ہے من تمتع مرۃ کان درجۃ کدرجۃ الحسین الخ (منہج الصادقین صفحہ ۳۵۶) اور ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑنے سے تمام گناہ انگلیون کے پورون سے نکل پڑتے ہین۔ اور غسل جنابت کے پانی کے ایک ایک قطرہ سے اللہ تعالٰے فرشتے پیدا کرتا ہے۔ جو اس کیلئے تسبیح و تقدیس کرتے ہین۔ اور ثواب اس کا قیامت تک اس کو ملتا رہیگا۔ منہج الصادقین صث۳۵۶

(فصل اول) باب اول

دلائل عقلیہ نسبت حرمت متعہ

دلیل نمبر ۱۔ متعہ سے سوائے شہوت رانی کے کچھ حاصل نہین

انسان تو خیر انسان ہی ہے۔ طیور اور وحوش مین بھی وطی کرنے سے اصل مقصود توالد و تناسل ہے۔ نہ فقط قضاء شہوت۔ چنانچہ پروردگار عالم نے قدرت کے اس فطری اصول کو جہانتک کہ اس کا تعلق محض انسان کی ذات سے وابستہ ہے۔ بدین الفاظ اپنے کلام پاک مین ارشاد فرمایا ہے "نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ

(تمہاری عورتین تمہاری کھیتیان ہین) یعنی جسطرح تم اپنی کھیتیان محض اسلئے
کاشت کرتے ہو۔ کہ اُن سے غلہ پیدا کرو۔ اسی طرح اپنی عورتون سے مقاربت
کرو۔ محض اس غرض سے کہ ان سے اولاد پیدا کرو۔ جب احمق سے احمق انسان
بھی اپنی کھیتی مین محض تفریح طبع یا ورزش جسمانی کیخاطر قلبہ رانی نہین کرتا
تو کسطرح ممکن ہو سکتا ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ نے مردون کو محض تفنن طبع یا
مشق شہوت رانی کے لئے عورتون سے مجامعت کی اجازت عام دے رکھی ہو
پس ثابت ہوا کہ جو شخص عورتون سے وطی محض قضاء شہوت کیلئے کرتا ہے
اور متعہ کی غرض و غایت یہی ہے (ملاحظہ ہو تنبیہ المنکرین صـ۱۶) چنانچہ مرد کو
اجازت دی گئی ہے کہ وہ بوقت انزال منی عورت کے رحم سے باہر گرا دے"
(ملاحظہ ہو جامع عباسی صـ۱۵۵) کیونکہ جس غرض کیلئے اس نے متعہ کیا تھا وہ تو
اسے انزال سے حاصل ہو جاتی ہے۔ لہٰذا اس کیلئے دونون باتین برابر ہین۔
خواہ منی عورت کے رحم کے اندر گرا دے یا باہر وہ مقصود بالعرض کو مقصود بالذات
بنا دیتا ہے۔ جو عبث محض ہے۔ چنانچہ اس بنا پر دخول فی الدبر تمام فقہاے
اسلامی مین قطعاً حرام ہے کہ اس مین قضاء شہوت کے سوا توالد و تناسل کیطرح
حاصل نہین ہو۔۔۔۔ : وہ متعہ اس خلاف فطرت فعل کو بھی[1] جائز سمجھتے
ہین۔ ملاحظہ ہو استبصار ج باب اتیان النساء فیما دون الفرج صـ۱۳۱ مطبع جعفری لکھنؤ
نیز ایک اور روایت ہیچ قسم فروع کافی ج۲ صـ۳۳ مطبع نولکشور بہ بدین الفاظ درج
ہے۔ قلت الرجل یاتی امراۃ فی دبرہا قال ذالک لہ قلت فانت تفعل قال انا لا نفعل
ذالک (ترجمہ) مین نے کہا کہ ایک آدمی اپنی عورت کی ۔۔۔۔۔۔ مین کرتا ہے۔

---

[1] جامع جعفری ہین اس واسطے دخول کا جواز ثابت کرنے کیلئے امام مالکؒ کو بھی اس کا قائل قرار
دیا ہے۔ جو صریح بہتان ہے۔ چنانچہ تفسیر فتح البیان مین اس روایت کے متعلق صاف مذکور ہے کہ فی
اسانیدہا ضعف (صـ۳۳ فتح المبین) بلکہ خود امام مالکؒ نے موطا مین باب حد اللواط مین ابن شہاب
سے مرقوم ہے کہ لوطی کے واسطے رجم یعنی سنگسار کرنا ہے محصن ہو یا غیر محصن۔ اسکی شرح عربی مین شاہ
ولی اللہ نے لکھا ہے کہ مذہب امام مالکؒ کا یہی ہے کہ لوطی کیلئے رجم ہے۔ بیاہا ہو یا کنوارا۔ اور میزان شعرانی
وطیبی شرح مشکوٰۃ وغیرہا مین ایسا ہی لکھا ہے اور نیز موطا امام مالکؒ کی کتاب النکاح مین ہے باب تحریم الاتیان
فی الدبر و یحل فی قبلہا من جانب دبرہا قال اللہ تعالےٰ نساءکم حرث لکم فاتوا حرثکم
انّٰی شئتم) اور اس کی شرح عربی میں ہے کہ باتفاق اہل علم عورت سے لواطت حرام ہے۔ پس شیعون کا اپنے فعل خلاف وضع فطری کو جائز ثابت کرنے کیلئے امام مالکؒ کو
متہم کرنا بہت بڑی جہالت ہے۔ (نصرت الابرار مولوی غلام دستگیر صاحب قصوری صـ۵۳)

تو آپنے کہا کہ اسکو جائز ہے۔ مینے کہا کیا آپ بھی کرتے ہین تو آپنے فرمایا۔ نہین مین نہین کرتا۔ (۱)

(دلیل ۲) متعہ شریفانہ معاشرت و تمدن کا خانہ برانداز ہے

انسان فطرتاً آزاد واقع ہوا ہے۔ اس لیے جب کبھی کوئی مرسل مذہب کے قیود ی احکامات لیکر دنیا مین مبعوث ہوا ہے۔ تو ہمیشہ انسان نے اس کی مخالفت کی ہے۔ اور مرسلان الٰہی کی نسلاً بعد نسلاً تلقین سے اگر سلسلۂ حق مین کبھی آ بھی گیا ہے۔ تو پہر اپنی طبعی شہوات کی عنان گسیختہ آزادیون سے مجبور ہوکر سابقہ وحشیانہ فسق و فجور کی طرف عود کرتا رہا ہے۔ تاریخ اس کی شاہد اور قرآن کریم اس کا گواہ ہے۔ ابو البشرؑ سے لیکر خیر البشرؐ تک ہزارون قسم کے عذاب انسان پر نازل ہوئے۔ مگر وہ اپنی بہیمی خصلت کو معدوم نہ کرسکا۔ اور وقتاً فوقتاً اس کے مہیب مناظر صفحۂ عالم پر نقش ہوتے رہے اور مٹتے رہے۔ پس جب باوجود پیغمبرون کی تہدید اور خدائے قہار کے عذابہائے شدید کے سرکش انسان کی یہ حالت زبون رہی ہو تو جب از روئے مذہب ہی اس کو ایک طرف تو شہوت رانی کا لائیسنس بدین الفاظ ملا ہو۔ "تزوج منھن الفاً فانھن مستاجرات" یعنی ہزار عورت سے متعہ کرو۔ کیونکہ وہ ٹھیکہ کی چیزین ہین کافی ج ۲ صفحہ ۱۹۱) اور دوسری طرف ثواب دارین کی یہ سند عطا ہوئی ہو کہ "من تمتع مرۃ واحدۃ عتق ثلثہ من النار الخ" یعنی جس نے ایک بار متعہ کیا تیسرا حصہ اس کے جسم کا آتش دوزخ سے آزاد ہوا۔ (منہج الصادقین)

تو انسان کو کیا غرض کہ خواہ مخواہ منکوحات کی قید مین پڑ کر کہین تو عورت کے نان و نفقہ کی ذمہ واری اپنے سر لے۔ اور کہین بال بچون کی تعلیم و پرورش کا بار گران اپنے کندھون پر اٹھائے۔ لہٰذا تدبیر منزل تو رخصت ہوئی اور اس کے ساتھ ہی سیاست مدن بھی گئی کیونکہ مقدم الذکر دراصل موخر الذکر کے اجزائے ترکیبی ہین پس ابتدائے آفرینش مین جو وحشیانہ حالت انسان کی تھی وہی پہر قایم ہو جائے گی چنانچہ ایسی زندگی کے آثار ابتک

(۱) امام کا یہ قول ہے ہیچمدان پندی بیدگران پسند کے بالکل مخالف ہے غالباً آپ نے اپنے متعلق تقیہ سے کام لیا

افریقہ کے مرد ہم خود وحشی اقوام میں پائے جاتے ہیں۔

(دلیل نمبر ۳)

متعہ سے ہر جگہ میں تیری تو میری کا جلوہ نظر آئیگا

جب اس امر سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا کہ "کل جدید لذیذ" تو مرد کمبخت کو کیا ضرورت پڑی ہے کہ خواہ مخواہ بقید عدل صرف ایک ہی پرانی بوسیدہ ڈفلی کو بجاتا رہے۔ اور ہر شب نئے نئے ساز طرب سے حظ نہ اٹھائیگا یہ امر واقع ہے کہ جب ایک دفعہ مرد "قلیل الزحمت کثیر اللذت" اصول پر کاربند ہو جائیں گے۔ تو اُس شیر کیطرح جسے جب ایک دفعہ خون انسانی کا چسکہ پڑ جاتا ہے۔ تو وہ جنگل میں کسی حیوان کو گزند پہنچائے بغیر نہیں چھوڑ سکتا۔ یہ بھی کسی عورت کی عصمت دری کئے بغیر نہیں چھوڑینگے۔ سو سائیٹی میں "میری" اور "تیری" کی قید اٹھ جائے گی۔ ہر تلوار کا حق ہوگا کہ وہ جس نیام میں چاہے گھسے۔ اور ہر شمشیر زن جسے چاہیگا اُس پر وار کریگا۔ نتیجہ ظاہر ہے۔

(دلیل نمبر ۴)

متعہ سے بہت گھر اجڑ جائینگے

جب ایک دفعہ مردوں نے اپنا نصب العین "قلیل الزحمت کثیر اللذت" اصول بنا لیا۔ تو عورتوں کا سر پھرا ہے جو وہ خواہ مخواہ حمل کی تکالیف بچوں کی پرورش کی زحمت اور انتظام خانہ داری کی دردسری محض مردوں کی خاطر برداشت کریں گی۔ کیونکہ دنیا بھر کے قوانین اس بات پر متفق ہیں کہ بچوں کا حقیقی مالک آخر کار باپ ہی ہوتا ہے۔ اور ماں بیچاری تو بطور دایہ ہی کے ہوتی ہے۔ کیا عورتوں کا جی نہ چاہیگا کہ بڈھے کھوسٹ خاوندوں کی خدمت کرنے اور ان کے نخرے اٹھانے کی بجائے وہ بھی ہر شب نئے نازبرداروں کے پہلو میں مزے اڑائیں۔ جب اس طرح عورتوں کو بھی نئے لذائذ کی چاشنی کا چسکا پڑ گیا تو وہ قدرتی طور پر مخالفات لذت آفرینی (یعنی حمل بچہ کشی وغیرہ) کو دور ہٹانے کی کوشش کریں گی [illegible]

اور بازاری عورتوں کیطرح اپنی عصمت فروشی کیا کریگی - نتیجہ یہ ہوگا کہ ہر عورت رنڈی
اور ہر بستی چکلہ ہوگی **دلیل نمبر ۵ شجرِ متعہ بالکل بے برگ و بار ہے**

ہر علت کا معلول اور ہر سبب کا نتیجہ ہوا کرتا ہے - اگر نہیں ہے تو وطی المتعہ کا نتیجہ کہین چلتا پھرتا نظر نہین آتا - زنا سے مکروہ اور حقیر فعل تک کے بیسون نتائج ہندوستان کے ہر چھوٹے سے چھوٹے قصبے اور بڑے سے بڑے شہر مین "قوم طوائف" کے لباس مین ہر کہ و مہ کی نظرون مین کھٹکتے ہین . مگر تمام سرزمین ہند کی "روز افزون شیعہ آبادی" ایک ہی ولد المتعہ پیش نہین کر سکتی - ولد الزنا تو کوٹھون کی چھتون پر اپنے وجود نامسعود کی نمائش کرین مگر ولد المتعہ خدا جانے کس قعر گمنامی مین روپوش ہین کہ فرشتون تک کی نظرون سے اوجھل ہین - گویا انہین متعہ کے اصل لباس مین پیش ہوتے ہوئے شرم مانع ہے - نہ تو متاعی مائین ہی علیٰ رؤس الاشہاد متعہ کا اقبال کرنے کو تیار ہین اور نہ اولاد المتعہ ہی اپنے اپنے پیدا کرنے والون کی "محنت شاقہ" کی شکر گذاری کے ساتھ داد دینے کی جرأت کر سکتے ہین - اس لئے متعہ شرعی فعل نہین ہو سکتا - ورنہ شیعون کی "روز افزون مردم شماری" کے جدول ساز ایک شریف النسل متوعہ اور ایک ولد المتعہ کو تو پیش کرین

دلیل نمبر ۶ متعہ کا جائز اِستعمال بھی بُرائیون کا سرچشمہ ہے

ہر اخلاقی اصول کے صحیح یا غیر صحیح ہونے کا معیار اس کے جائز استعمال کے نتائج حسنہ نہین بلکہ اس کے ناجائز استعمال کے نتائج قبیحہ ہوا کرتے ہین - مثلاً اگر کسی اصول کے جائز استعمال سے اس قدر اچھے نتائج مترتب نہ ہوتے ہون جسقدر کہ اس کی بد استعمالی مین خرابیان پیدا نہ ہونے کا اندیشہ ہے تو وہ اصول ناقص ہے اور مخرب اخلاق ہے - یہی وجہ ہے کہ ہر مصلح قومی نے اس قسم کے اصول قایم کرنے سے گریز کیا ہے - جنکا ناجائز استعمال اُن کے جائز استعمال کی نسبت زیادہ خطرناک ہے - نماز اگر انسان محض ریاکاری ہی کیوجہ سے پڑھے یا روزہ محض نمائش تقوےٰ ہی کی غرض سے رکھے - پھر بھی مقدم الذکر صورت مین طہارت و پابندی وقت کے فوائد عظیم ہے تو

مستفیض ہوگا۔ اور موخرالذکر حالت مین اگر عنداللہ ثواب حاصل نہ ہوگا تو صحت جسمانی کے فوائد سے تو ضرور بہرہ اندوز ہوگا وعلیٰ ہذا القیاس ہر ایک مذہبی اور معاشرتی حکم کو اس معیار پر پرکھتے جائین نتیجہ وہی مترتب ہوگا جو ہم نے عرض کیا ہے۔ لیکن اس کے برعکس متعہ جس کا جائز استعمال بمنزلہ زنا کے ہے اس کی بد استعمالی کے نتائج تصور کرنے سے انسانی قوت متخیلہ عاجز ہے۔

دلیل ۷ متعہ کو رواج دینے سے حرامکاری نہین رک سکتی

فطرت انسانی کے رئیس المبصرین حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ ہین۔ چنانچہ اُنہون نے انسان کی نہ سیر ہونیوالی حرص کے دریا کو کوزے مین اس طرح بند کیا ہے۔ شعر۔ چشم تنگِ دنیا دار را ٭ یا قناعت پُر کند یا خاکِ گور

دنیا اس امر کی شاہد ہے کہ جسقدر انسان اپنی ہوا و حرص کو وسعت دیتا جائے اور اس کی وسعت کے مطابق اس کی سیری کے سامان گوناگون مہیا کرتا جائے۔ اسیقدر یہ اشتہا "ھل من مزید" پکارتی چلی جاتی ہے۔ اسلئے مصلحان قوم نے اپنے مشاہدات کے مطالعہ سے اور مرسلان الہی نے وہبی علم کے یمن و برکت سے انسانی شہوات کی لامحدودی کو معلوم کر کے انکو انسان کے قبضہ اختیار مین مقید کرنے کیلئے بقول شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ "قناعت" کے اصولون کی پابندی تجویز کی۔ نہ کہ شتر بے مہارانہ آزادی کی عمل پیرائی مقرر فرمائی۔ مشاہدات عالم کو عقل کے ترازو کے ایک پلڑے مین اور جناب امیر کیطرف منسوب کی ہوئی روایت "لولا نہی عمر عن المتعہ ما زانی الا شقی" (یعنی اگر حضرت عمرؓ متعہ سے منع نہ کرتے تو شقی کے سوا کوئی زنا نہ کرتا) کو دوسرے پلڑے مین رکھکر موازنہ کیجیئے کہ انسان کی شہوت بہیمی قیود عائد کرنے سے قابو مین رہ سکتی ہے یا اُسے آزادی دینے سے۔

فدایان متعہ کو گر علاوہ چار منکوحات کے لاتعداد ممتوعات رکھنے کی اجازت ہے۔ اور پیران کے آگے پیچھے مین کوئی تمیز ہی نہین ہے۔ مگر کیا وہ ایمانداری سے کہہ سکتے ہین۔ کہ ان مین بچہ بازی یا مشت زنی اسی طرح مروج نہین جسطرح دیگر اقوام مین ہے؟

دلیل ۹ متعہ سے جو اولاد پیدا ہوگی وہ کس کی کہلائیگی؟

آدمی نکاح کرکے بیوی کو گھر میں آباد کرتا ہے۔ پردہ میں رکھتا ہے۔ اس کے نان ونفقہ کا ذمہ وار رہتا ہے۔ اس سے پیدا شدہ اولاد کا باپ کہلاتا ہے۔ مرجاتا ہے تو بیوہ اور اولاد اس کی وارث اور اس کی بقائے نسل کا ذریعہ بنتی ہے۔ مگر آہ متعہ میں یہ سب باتیں مفقود ہیں۔ اگر متعہ کو رواج دیا جائے تو ایک عام اس شعر کا مصداق بن جائے:

بندۂ نفس شدی ترک نسب گن متقی ✤ کہ دریں راہ فلاں ابن فلاں چیزے نیست

فصل ثانی

شیعی دلائل عقلیہ نسبت اباحت متعہ بمعہ جوابات

مجتہدین شیعہ نے جو دلائل عقلیہ نسبت اباحت متعہ پیش کی ہیں۔ انہیں ہم بمعہ جوابات درج ذیل کرتے ہیں ÷

دلیل نمبر ۱۔ جس چیز سے زمانہ حال یا مستقبل میں فاعل کیلئے ضرر متصور نہ ہو۔ وہ بضرورت عقل مباح ہے۔ چونکہ متعہ کی بھی یہی صفت ہے۔ اس لئے متعہ مباح ہے (برہان المتعہ [illegible]) **جواب:** اگر اس دلیل کا صغرے وکبرے درست ہے تو ربا بھی مباح ہونا چاہئے۔ کیونکہ ربا میں کسی قسم کا ضرر متصور نہیں ہے۔ علیٰ ہذا القیاس نبیذ پینے میں کیا ضرر ہے۔ جس کے لئے شیعہ صاحبان جناب فاروق اعظمؓ کو (خاکم بدہن) شراب خور کہتے ہیں۔ حالانکہ علاوہ مباحث عقلیہ کے نبیذ کو ائمہ کرامؒ نے حلال قرار دیا ہے۔ ملاحظہ ہو کافی ج ۲ کتاب الثانی ص [illegible] "فسالہ عن النبیذ فقال حلال" یعنی ابی عبداللہ سے نبیذ کی نسبت پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ وہ حلال ہے۔

دلیل نمبر ۲۔ ایجاد ذکور و اناث میں حکمت وعلت نمائی بظاہر ازدواج وتناسل ہے۔ لیکن انسان چونکہ اشرف موجودات ومکلف ہے۔ اسلئے راہ ازدواج وطریقہ تناسل مقرر کیا گیا ہے۔ اور وہ تین قسم کا ہے۔ عقد دائم۔ عقد منقطع۔ اور ملک یمین۔ کیونکہ انسان بالضرورت ایک درجہ پر نہیں ہے۔ بعض امیر بعض غریب اور بعض فقیر اور علاوہ ازیں گاہے انسان سفر میں ہوتا ہے اور گاہے حضر میں۔

اگر اللہ پاک نے ہر درجہ اور ہر حالت کیلئے سہولیت مہیا نہ کی ہو تو غرض الہی باطل ہوتی ہے۔ **جواب**:۔ انسان کی مالی حیثیت کسی طرح بھی مانع نکاح نہیں ہے۔ امیرون کیلئے امیر۔ غریبون کیلئے غریب اور فقیرون کیلئے فقیر مرد و زن فضائے عالم مین بکثرت موجود ہین۔ رہی یہ حالت کہ انسان بعض اوقات سفر مین ہوتا ہے اس لئے بتقاضائے بشریت اسے وہان مجامعت کی ضرورت لاحق ہو سکتی ہے۔ ایسا انسان اپنی منکوحہ کو ہمراہ لیجا سکتا ہے۔ اگر یہ ممکن نہ ہو تو سفر مین حسب حیثیت منکوحہ یا لونڈی حاصل کر سکتا ہے۔ اور اگر یہ بھی ممکن نہین تو ایسے انسان کو چاہئے کہ اپنے آپ کو قابو مین رکھے۔ آخر انسان ہے۔ حیوان تو نہین۔ اور اگر وہ اسقدر ہی مغلوب الشہوت ہے کہ انضباط اس کیلئے ناممکن ہو۔ تو اسے سمجھ لینا چاہئے کہ وہ بیمار ہے۔ اپنی بیماری کا طبی معالجہ کرائے۔ فرض کیجئے ایک شخص جو نہایت ہی مفلوک الحال ہے اسے جوع البقر کا عارضہ لاحق ہو گیا ہے اور وہ اپنی کمائی سے اپنا پیٹ نہین پال سکتا۔ تو کیا ایسے انسان کیلئے سرقہ بالضرورت جائز ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کافۃ الناس کیلئے بحالت عموم قانون وضع کیا ہے۔ اور نادر الوجود مثالین خارج از بحث ہوا کرتی ہین +

(دلیل ۳ و ۴) دلائل سوئم و چہارم مین دلیل دوئم کا اعادہ ہی کیا گیا ہے اس لئے ان کو اس جگہ درج نہین کیا گیا۔

دلیل ۵:۔ جسطرح خداوند کریم نے اگلی امتون کی آزمائشین کی تھین۔ چنانچہ حضرت طالوت کی امت کو حکم دیا تہا کہ وہ نہر سے گزرتے وقت ایک اوک سے زیادہ پانی نہ پئین۔ اسی طرح متعہ سے امت محمدی کا امتحان منظور ہے (برہان المتعہ)

جواب امتحان مین ہمیشہ انسان کی آزادی پر قیود عائد کرکے دیکھا جاتا ہے کہ وہ اہل ہے یا نااہل۔ کثرت کو حرام قرار دیکر قلت پر قناعت کا حکم دیا جاتا ہے جیسا کہ طالوتؑ کی قوم کی مثال سے ظاہر ہے کہ بہرے دریا مین سے صرف ایک چلو پانی پینے کی اجازت دی گئی تہی۔ مگر امتحان متعہ ایک عجیب امتحان ہے۔ کہ جسقدر زیادہ عورات سے شہوت رانی کیجائے۔ اسی قدر زیادہ ثواب اور اسیقدر امتحان مین زیادہ کامیاب۔ اگر فی الواقعہ یہ امتحان ہے۔ تو یہ ایمان کا امتحان نہین۔ بلکہ قوت باہ

کا امتحان ہے۔ شاید (بقول علمائے متعہ) اللہ پاک کو انسان کی بعثت ثانیہ مین گھوڑون کی بجائے انسانون کے سٹیڈ بنانے منظور ہون گے۔ اور ان کیلئے سرکاری سانڈ اسی دنیا مین منتخب کرنا چاہتا ہے۔

باب دوئم قال اللہ

اثباتِ حرمت متعہ بآیات قرآنیہ

اگر مسلمانون کے درمیان کسی دینی یا دنیوی معاملہ مین تنازعہ ہو جائے تو بموجب ارشاد باری تعالےٰ "فان تنازعتم فی شیئٍ فردوہ الی اللہ و رسولہ" قال اللہ و قال الرسول کیطرف رجوع کرنے کا حکم ہے۔ اور یہی قاضی النزاع ہمیشہ سے چلے آتے ہین اور ابتک ہین۔ چنانچہ قال اللہ و قال الرسول کو ہم دو بابون مین تقسیم کر کے ان پر علیحدہ علیحدہ بحث کرین گے۔

گو شیعون کا قرآن مجید پر ایمان نہین مگر وہ مجبور ہین کہ اسی سے تمسک کرین لہذا اسی سے استدلال کیا جاتا ہے۔ جمہور اسلام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ کتاب اللہ بخلاف دیگر کتب آسمانی قیامت تک تحریف مین مبرا و منزہ رہیگی کیونکہ خداوند عز و جل نے خود اس کی نگہبانی اپنے ذمے رکھی ہے۔ ملاحظہ ہو۔ قولہ تعالےٰ "وانا لہ لحافظون" (ترجمہ ہم اس کے محافظ ہین۔ اس کے برعکس کل اہل تشیع کا یہ اعتقاد ہے کہ کتاب اللہ درجہ اعتبار سے ساقط ہے اور مثل توریت و انجیل قابل تمسک نہین کیونکہ اس مین کثرت سے تحریف ہو چکی ہے اور بیشمار احکام منسوخ اور متعدد آیتین اور سورتین کہ ناسخ احکام و مخصص عمومات تھین سرقہ ہو چکی ہین۔ اور جو موجود ہے اس مین بعض الفاظ تبدیل شدہ بعض زائد اور بعض ناقص ہین۔ چنانچہ شیعون کی معتبر کتب مین اس الزام کی سندات بکثرت موجود ہین "عن ہشام بن سالم عن ابی عبد اللہ ان القرآن الذی جاء بہ جبرئیل الی محمد سبعۃ عشر الف آیۃ" الخ ترجمہ روایت کی ہشام بن سالم نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہ قرآن جو جبرائیل محمد صلعم کے پاس لایا تھا اس مین سترہ ہزار آیات تھین (اصول کافی فصل القرآن صفحہ ۶۷۱) حالانکہ موجودہ قرآن مجید مین صرف چھ ہزار چھ سو چھیاسٹھ آیات ہین۔ یہی نہین کہ اس کتاب اللہ مین قطع و برید کے ہی قائل ہین۔ بلکہ اسے اصل قرآن منزل من اللہ ہی نہین سمجھتے چنانچہ ان کا عقیدہ ہے

مُراد کو پہنچ گئے اور یہ وہ لوگ ہین جو اپنی شرمگاہون کی حفاظت کرتے ہین مگر اپنی عورتون اور اپنی لونڈیون سے کہ ان مین انکو کچھ الزام نہین ہے۔ لیکن ان کے علاوہ جو کسی اور کے طلبگار ہون تو وہی لوگ حدود شرع سے باہر نکلے ہوئے ہین۔ اس آیت سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ سوائے منکوحات و مملوکات کے اور کسی عورت کے سامنے ہمین اپنی شرمگاہون کی حفاظت سے دست بردار ہونا لازم نہین ہے اور جو اس کے خلاف عمل کرے وہ خدا کا باغی ہے۔ اس آیۂ کریمہ مین فقرہ "فمن ابتغی وراء ذلک" بالخصوص غور طلب ہے۔ یہی ایک فقرہ حرمت متعہ کیلئے ناقابل تردید سند ہے۔ اس فقرہ مین "فا" حرف تعقیب بطور تفریع کے استعمال ہوا ہے اور چونکہ یہ "مَن" اسم موصول پر لگا ہوا ہے اس لئے جملہ ما بعد کو جو فرع ہے اپنے جملہ ما قبل سے جو اس کا اصل ہے مربوط کرتا ہے "ذلک" اسم اشارہ مفرد ہے جبکا مشار الیہ بلحاظ معانی کے وہ کام ہے جسکا ذکر قبل آچکا ہے۔ یعنی حفاظت فرج از زنان بغیر از ازواج و مملوکات" پس اس فقرہ کے معنی یہ ہوئے کہ جو شخص اپنی منکوحات و مملوکات کے علاوہ کسی اور عورت سے مقاربت کرتا ہے وہ یقیناً شرعی حدود کو توڑنے والا ہے جس کی سزا مطابق حکم باری تعالے "ومن یتعد حدود الله فاولٓئک ھم الظالمون" ہے۔ اور ظالمون کی سزا سوائے جہنم کے اور کیا ہو سکتی ہے ؎

اعتراض اول زن متوعہ بھی ازواج مین شامل ہے کیونکہ زوجہ دو طرح کی ہوتی ہے۔ ایک دائمی جس مین میراث نفقہ و طلاق ہے اور ایک منقطعہ کہ جس مین یہ اوصاف نہین ہوتے لیکن کہتے دونون کو زوجہ ہی ہین جیسے صلوٰۃ کئی طرح کی ہوتی ہے ایک وہ جس مین اذان۔ اقامت اور جماعت ہے اور ایک وہ کہ جس مین یہ اوصاف نہین ہوتے لیکن کہتے دونون کو صلوٰۃ ہی ہین (برہان المتعہ وغیرہ)

جواب اول جہان کہین اللہ تعالے نے لفظ "زوج" یا "ازواج" قرآن پاک مین استعمال کیا ہے اس کے معانی منکوحہ یا منکوحات کے سوائے اور کچھ ہو ہی نہین سکتے چنانچہ ملاحظہ ہو "یآدم اسکن انت وزوجک الجنة" پ ۱ ع ۴ (ترجمہ) اے آدمؑ تم اور تمہاری بیوی جنت مین رہو۔ حضرت حوا جناب ابو البشرؑ کی زن منکوحہ تھین نہ کہ متوعہ کیونکہ آپ دائمی زوجہ تھین نہ کہ وقتی بیوی کہ "ہر مقامے و ہر زنے" کے مطابق تبدیل ہوتی رہی ہو۔ نمبر ۲ "یایھا النبی قل لازواجک" پ ۲۲ ع ۲ (ترجمہ) اے نبیؐ اپنی عورتون سے کہدو الخ

یہ امر متفق علیہ ہے کہ رسول کریمؐ کی پاک صحبت مین کوئی زن متوعہ نہ تھی جملہ ازواج مطہرات بذریعہ نکاح اُن کی زوجیت مین آئی تھین۔ شیعہ صاحبان آنجناب کی کسی ایسی زوجہ کا نام پیش کرین جو صیغہ متعہ کے ذریعہ سے زوجۂ منقطع بنی ہو۔

"زوجنٰکھا" پ ۲۲ ع ۳ (ترجمہ) اے نبیؐ ہم نے اس عورت کو تیری زوجہ بنا دیا ہے۔ کیا حضرت زید کی مطلقہ ام المومنین حضرت زینبؓ زن متوعہ تھین یا بذریعہ نکاح سلسلہ زوجیت مین آئی تھین؟

"اَن تبدل بھن من ازواج" پ ۲۲ ع ۵ (ترجمہ) کہ اپنی ازواج مین سے تبدیل کرو۔ اس جگہ بھی رسول کریمؐ کی منکوحات کا ہی ذکر ہے نہ کہ ممتوعات کا جو کبھی آپ نے اپنے نفس پر حلال نہین کین۔ "واصلحنا لہٗ زوجہٗ" پ ۱۷ ع ۶ (ترجمہ) حضرت زکریاؑ کیلئے ہم نے اس کی بیوی کو درست کر دیا۔ کیا حضرت زکریاؑ بھی آج کل کے بوالہوسون کی طرح سفری بیویان رکھا کرتے تھے جن مین سے ایک کی شفایابی کی خوشخبری جناب باری تعالےٰ کے ہان سے نازل ہوئی ہے

جواب دوئم فرقان حمید نے لوازمات زوجیت چار قرار دئے ہین۔ میراث۔ طلاق۔ عدت اور نفقہ وہذا التصریح بالترتیب **اما میراث** اس کے متعلق ارشاد باری تعالےٰ ہے "ولکم نصف ما ترک ازواجکم" یہ تو ہے سند نسبت توارث فیما بین فریقین نکاح اور سند نسبت توارث فی الاولاد یہ ہے "للذکر مثل حظ الانثیین" (ترجمہ) لڑکے کا حصہ دو لڑکیون کے برابر ہے۔ اس کے برعکس علمائے متعہ کا فتویٰ نسبت توریث اس طرح پر ہے "لیس بینھما میراث اشترط او لم یشترط" (ترجمہ) فریقین متعہ کے درمیان میراث نہین ہے خواہ اس کے متعلق شرط ہو یا نہ ہو۔ **اما طلاق** اگر زن و شوہر مین باہم نااتفاقی رہتی ہو یا کسی اور وجہ سے شوہر اپنی منکوحہ سے علیحدہ ہونا چاہے تو اسے حکم ہے کہ بذریعہ طلاق اسے علیحدہ کر دے۔ قولہ تعالےٰ "سرحوھن بمعروف" لیکن زن متوعہ کی علیحدگی کیلئے طلاق کی ضرورت ہی نہین ہے کیونکہ انقطاع میعاد متعہ ہی بمنزلہ طلاق کے سمجھی جاتی ہے۔ چنانچہ باقر مجلسی رسالہ فقہ کی کتاب الفراق مین لکھتے ہین "پنجم آنکہ نکاح دائمی باشد پس واقع نشود طلاق در متعہ" **اما عدت** عدت کا حکم آیہ کریمہ "واذا طلقتم النساء فطلقوھن لعدتھن" سے صاف ظاہر ہے اور مدت عدت طلاق کی صورت مین حائضہ کے لئے تین حیض "والمطلقات یتربصن بانفسھن ثلٰثۃ قروء" اور غیر حائضہ کی صورت مین تین ماہ

کہ جب امیر علیہ السلام کے قرآن کو خلفائے ثلثہ نے رد کر دیا۔ تو آپ نے فرمایا کہ خدا کی قسم پھر اسکو تم ہمیشہ ہرگز نہ دیکھو گے (اصول کافی فصل القرآن صفحہ ۶۷۱) چنانچہ یہی مضمون ایک اور کتاب میں اس طرح درج ہے "جب جناب امیر علیہ السلام فاطمہ کو دراز گوش پر سوار کر کے ایک ایک اصحابی کے گھر پر امداد طلب کر کے مایوس ہو چکے تو گھر میں جا کر بیٹھ رہے اور قرآن جمع کرنے میں مشغول ہوئے۔ تا اینکہ جمع کرنے سے فارغ ہوئے اور ایکروز اُس قرآن کو رومال میں لپیٹ کر اور مہر اسپر کر کے مسجد میں لائے اس وقت حضرت ابوبکرؓ بمعہ ایک جماعت اصحابہ کے مسجد میں حاضر تھے حضرت امیرؑ نے باواز بلند کہا..... اور تم کو کتاب خدا کی دعوت نہیں کی۔ یہ سُنکر حضرت عمرؓ نے کہا وہ قرآن کہ جو ہمارے پاس ہے ہمکو وہی کافی اور وافی ہے۔ اور تمہارے قرآن کی کوئی حاجت نہیں ہے حضرت نے فرمایا کہ اس قرآن کو نہ دیکھو گے تا اینکہ مہدی علیہ السلام میرے فرزندوں میں سے اُسے ظاہر کریگا۔ (صولت حیدریہ صفحہ ۱۸۲) باوجود اس امر کے کہ اہل تشیع عقیدتاً قرآن کریم کو صحیفہ عثمانی سمجھتے ہیں اور اسے نہ صرف محرف و مبدل ہی بلکہ غیر صحیح الترتیب اور نامکمل بھی خیال کرتے ہیں۔ لیکن چونکہ ابھی تک ان کے امام منتظرؑ ابھی نہ ختم ہونیوالی مدت غیبت کبریٰ کو ختم کر کے غار سُر من رائے کی افسانوی حقیقت کے طلسم کو توڑ کر اس دنیا میں ظاہر نہیں ہوئے جو چالیس خالص شیعون کے وجود سے موقوف ہے اور ایکہزار سال سے برابر خالی چلی آتی ہے اور اپنے غیر خالص شیعون کی روز افزون تعداد کو بجد دل عجالہ نافعہ کو "صحیفہ عثمانی" کی گمراہ کرنے والی روشنی میں بیدار و سرگرم چھوڑ کر خود ایک گمنام غار کو اپنے جد امجدؐ کی مشعل ہدایت سے بے نور بنائے ہوئے موقع کی انتظار میں سے چھپے بیٹھے ہیں۔ اس لئے اس غیر خالص جماعت شیعان امام کا صد نام کا جزاً و قہراً مجبور قرآن حمید پر عملاً تمسک ہے۔ لہٰذا مسئلہ زیر بحث کے تصفیہ کیلئے ہم اسی کتاب سے استفتاء کرینگے۔

قواعد تفہیم کتاب اللہ

پیشتر اسکے کہ آیات قرآنی سے حرمت متعہ ثابت کیا جائے یہ امر از بس ضروری ہے کہ قرآن کریم نے اپنی تفہیم کے جو اصول مقرر کئے ہیں انکو ظاہر کر دیا جائے تاکہ انہی اصول کی رو سے آیات قرآنی کے معانی کئے جاویں۔

(قاعدہ اول) قولہ تعالےٰ انا انزلناہ بلسان عربی مبین (ترجمہ) ہم نے قرآن کریم کو صرف عربی زبان میں نازل کیا ہے۔ یعنی قرآن شریف کے الفاظ بلحاظ لغت انہی معنوں میں استعمال کئے گئے ہیں۔ جن معنوں میں کہ یہ الفاظ بوقت نزول قرآن استعمال کئے جاتے تھے۔ یہ الفاظ قرآن عربی زبان میں حقیقت و مجاز استعارہ و کنایہ تشبیہ و تمثیل وغیرہ ہم

انھا ہین یکسان طور پر استعمال ہوئے ہین ورنہ "لعلکم تعقلون" بے معنی فقرہ ہے۔

قاعدہ دوم قولہ تعالے "ولو کان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافا کثیرا"

(ترجمہ) اور اگر یہ قرآن سوائے اللہ کے کسی اور کیطرف سے ہوتا تو اس مین بیشمار اختلاف ہوتے۔ یعنی اللہ پاک کے کلام مین تنقیض فی الاحکام نہین ہو سکتا۔ اور اگر کہین غلط تاویل بھی کیجائے۔ تو خود قرآن مین اللہ تعالی نے دوسری جگہو نپر اس کی مصلح آیات رکھی ہوئی ہین۔ جن کی مدد سے غلطی کا ازالہ اور رفع تنقیض کیا جاتا ہے اور یہی معنی "انا لہ لحافظون" کے ہین۔ ورنہ حق تعالے نے قرآن کی حفاظت کیواسطے مسلح فوج تو رکھی نہین ہوئی۔ اگر حفاظ کے ذریعہ سے الفاظ کی حفاظت چلی آتی ہے تو معانی کی حفاظت کیلئے خود قرآن مین مصالح موجود نہ ہو۔ تو یہ لفظی حفاظت دراصل کچھ حفاظت نہین۔ اور اللہ کے محافظ ہونے پر اسی طرح حرف آئیگا جسطرح تحریف بالالفاظ سے آسکتا ہے۔ کیونکہ معانی دو طرح سے زائل ہو جاتے ہین۔ خواہ تحریف باللفظ ہو۔ یا تحریف بالمعنی پس جہان کہین کسی آیت کے معانی مین اختلاف وارد ہو۔ تو لغات عربی اور دیگر آیات کی مدد سے اس اختلاف کی اصلاح کرنی چاہئے۔

جب ہم قرآن سے مسئلہ زیر بحث کے متعلق استفتاء کرتے ہین تو ہم دیکھتے ہین کہ سب سے اول اللہ تعالے نے نکاح کا حکم سورۂ نساء کے شروع مین باین الفاظ صادر فرمایا ہے "فانکحوا ما طاب لکم من النساء مثنی وثلث وربع فان خفتم الا تعدلوا فواحدۃ او ما ملکت ایمانکم ذلک ادنی الا تعولوا وآتوا النساء صدقتھن نحلۃ"۔ (ترجمہ) پس نکاح کرو جو عورتون مین سے تمہین پسند آئین۔ دو۔ دو۔ تین تین چار چار۔ پھر اگر تم کو اندیشہ ہو کہ ایک سے زیادہ بیبیان نکاح کرنے کی صورت مین تم انصاف نہین کر سکوگے تو بس ایک ہی عورت سے نکاح کرنا۔ یا جو لونڈی تمہارے قبضہ مین ہو اس پر قناعت کرنا۔ نا انصافی سے بچنے کیلئے یہ تدبیر زیادہ تر قرین مصلحت ہے۔ اور عورتون کو ان کے مہر خوشی سے دے ڈالو۔ یہ آیت پڑھکر ذیل کے سوالات قدرتا دل مین پیدا ہوسکتے ہین۔

(۱) کیا دنیا بھر مین جو آزاد عورتین ہین۔ خواہ وہ ہماری رشتہ دار ہین یا غیر رشتہ دار اُن سب مین سے بلا امتیاز ہمین نکاح کیلئے انتخاب کا حق حاصل ہے۔ یا ان مین سے بعض ہمارے حدود انتخاب سے خارج ہی ہین؟

(۲) مہر دینا کب لازم آتا ہے اور کس قدر؟

سوال نمبر (۱) کی نسبت حق تعالیٰ صریح آیات کے ذریعہ اُن عورتوں کا ذکر تفصیلاً کردیتا ہے۔ جن سے ہم نکاح نہیں کرسکتے۔ قولہٗ تعالیٰ حُرِّمَتْ عَلَیْکُمْ اُمَّھٰتُکُمْ وَبَنٰتُکُمْ ..... وَاُحِلَّ لَکُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِکُمْ اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِکُمْ مُّحْصِنِیْنَ غَیْرَ مُسٰفِحِیْنَ (ترجمہ) حرام کردی ہیں اللہ تعالیٰ نے تمہاری مائیں۔ تمہاری بیٹیاں ..... وغیرہم اور ان حرام شدہ عورتوں کے علاوہ سب عورتیں تم پر واسطے نکاح کے حلال ہیں۔ بشرطیکہ ان کو مال خرچ کرکے حاصل کرو۔ اور احسان کرنیوالے ہو نہ کہ سفاح کرنیوالے یعنی قید نکاح میں لانیکے لئے تم پر حلال ہیں نہ کہ اسلئے کہ تم محض اُن سے شہوت رانی کرو۔ پس سوال اول کا جواب یہ ہے کہ ان حرام شدہ عورتوں کے علاوہ زمانہ بھر کی آزاد عورتیں ہم پر حلال ہیں۔ اور ہم ان سے شرعی طور پر نکاح کرسکتے ہیں ✢ **دوسرے سوال کا جواب** اللہ تعالیٰ سورۂ نساء اور سورۂ بقر میں علی الترتیب اس طرح دیتا ہے فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ فَرِیْضَةً (ترجمہ) پس جب تم (اپنی منکوحات) سے فائدہ اُٹھالو۔ یعنی مقاربت حاصل کرلو۔ تو انکو ان کے مقرر کردہ مہر پورے کے پورے ادا کردو۔ ونیز قولہ تعالیٰ "وان طلقتموھن من قبل ان تمسوھن وقد فرضتم لھن فریضۃ فنصف ما فرضتم" (ترجمہ) اور اگر منکوحہ عورتوں کو ان سے مقاربت کئے بغیر طلاق دیدو تو جو مہر انکا مقرر ہوچکا ہے۔ اس سے نصف ان کو ادا کرو۔ لیکن اگر صورت ایسی ہے کہ کوئی مہر مابین فریقین مقرر نہیں ہوا تھا۔ تو مطابق حکم "علی الموسع قدرہ" مہر اپنی حیثیت کے موافق کچھ دیدے ✢

مذکورہ بالا دونوں سوالوں اور ان کے جوابوں کو مدنظر رکھتے ہوئے حاصل کلام یہ ہوتا ہے کہ لونڈیوں کے علاوہ دنیا بھر کی آزاد عورتیں (ما سوائے ان کے جو ہم پر حرام کیگئی ہیں) ہم پر نکاح کیلئے حلال ہیں۔ اور ان حلال شدہ آزاد عورتوں کے ساتھ سوائے نکاح کے ہمیں مقاربت کرنے کا کوئی حق حاصل نہیں ہے۔ اور ہم نکاح کئے پیچھے اگر ہم انہیں طلاق دیں۔ تو اگر ہم نے ان سے مجامعت کی ہے تو پورا مقرر کردہ مہر۔ ورنہ نصف مہر دینا واجب آتا ہے ✢

جمہور اہل تشیع ایسے صاف حکم کے ہوتے ہوئے محض ہٹ دہرمی سے آیت فما استمتعتم بہ منہن الخ کو متعہ کی حلت مین قرار دیتے ہین اور اپنے دعوے کو اسطرح ثابت کرنا چاہتے ہین کہ آیہ احل لکم ما وراء ذالکم" سے حلال ہونا دونون قسم کا ثابت ہوتا ہے۔ نکاح دایمی ہو۔ یا منقطع یعنی متعہ اور کہ بعد آیت مذکور کے از قبیل تخصیص بعد تعمیم جناب اقدس الہی حکم فرماتا ہے "فما استمتعتم بہ الخ" (ترجمہ) یعنی وہ عورتین کہ متعہ کرو تم ان سے پس دو تم انہین مہر ان کے جنکا دینا

جواب اول:۔ اگر حلت کا حکم مؤبد و موقت ہو سکتا ہے تو کوئی وجہ نہین ہے کہ حرمت کا حکم بھی مؤبد و موقت نہ ہو۔ کیونکہ حرام و حلال دونون الفاظ امنافی ہین۔ جو صفات ایک کیلئے لازم ہین وہ دوسرے کیلئے بھی لازم ہونے چاہیئن خصوصاً جب کہ دونون الفاظ ایک ہی مقام اور ایک ہی سلسلۂ گفتگو مین استعمال کئے گئے ہون۔ اگر یہ بات درست ہے تو مان او یہی بھی کبھی حرام موبد ہے اور کبھی حرام موقت جو عبث محض ہے۔ اغراض بحث کیلئے اگر مان بھی لین کہ صرف حلت ہی کا حکم مدت معین اور غیر معین کیلئے مختص ہے اور آیہ "فما استمتعتم بہ الخ" از قبیل تخصیص بعد تعمیم ہے اسلئے اسکا اطلاق صرف عقد متعہ پر ہی ہے۔ تو زبدۃ العارفین ارشاد فرماوین کہ منکوحہ کو بعد مجامعت اگر طلاق دیجاوے تو اس کیلئے ادائیگی مہر کی نسبت قرآن کریم مین کہان ہے؟

جواب دوئم جب تک مولینا ظلہ العالی اس جگہ کیلئے کوئی معقول یا غیر معقول وجہ تخصیص بیان نہین فرماوینگے ہمین ہر طرح سے حق حاصل ہوگا کہ قرآن مجید مین جہان لفظ حلال استعمال ہوا ہے ہم اس کے معنی بھی حلال موبد اور حلال موقت کرین۔ سورہ مائدہ مین ہے "احلت لکم بہیمۃ الانعام" تو اس کے معنی یہ ہونے چاہیئن کہ چارپائے تمہارے لئے مدت معین اور مدت غیر معین کیلئے حلال ہین۔ ہندوستان مین موسم گرما مین گوشت کہانا عموماً مضر صحت ہوتا ہے۔ حالانکہ سرد ممالک مین بلا ضرر سال بھر بھی کہایا جاتا ہے۔ اسلئے ہمارے لئے تو گوشت حلال موقت ہے اور یورپین لوگون کیلئے حلال موبد۔ پھر اسی سورۃ مین دوسری جگہ ہے "احل لکم صید البحر" (ترجمہ) تمہارے لئے حلال ہے بحری شکار۔ تو کیا اس کے یہ معنی ہوے کہ مچھلیان وغیرہ کبھی حلال موقت ہین اور کبھی حلال موبد۔ مولینا! حلال موبد و حلال موقت کی تقسیم آپ نے بقائمی ہوش وحواس کی تہی؟

بہترین صورت تو یہی ہے کہ ہم آیہ فما استمتعتم بہ الخ پر از روئے ترکیب معانی تنقید کرین اور پھر اسکے سباق وسیاق عبارت کی روشنی مین پڑھکر دیکھین کہ اس کے کیا معنی ہو سکتے ہین۔ اس آیت مین "فا" حرف تو ضیح وتفریع کا ہے اور لفظ "ما" اسم موصول ہے جو بلحاظ لفظ کے واحد مذکر اور بلحاظ معنی

جمع مونث ہے۔ اور اس جگہ مترادف ہے "احل لکم ما وراء ذٰلکم" کے "استمتعتم" بمعنی "انتفعتم" ہے۔ جس کی ضمیر راجع ہے طرف "یاایہا الذین آمنوا" کے اور لفظ "بہٖ" واحد مذکر ہے جس کی ضمیر راجع ہے طرف "ما" بلحاظ لفظ کے۔ "منہن" و "اٰتوہن" و "اجورہن" کی ضمیر راجع ہے طرف "ما" بلحاظ معنی کے "اجورہن" کے معنی "مہورہن" ہے جیسا کہ اس آیت کے آگے مذکور ہے "فانکحوہن باذن اہلہن واٰتوہن اجورہن" یا جیسے آیت "ولا جناح علیکم ان تنکحوہن اذا اٰتیتموہن اجورہن" میں ہے یا جیسے سورۂ احزاب میں ہے "انا احللنا لک ازواجک التی اٰتیت اجورہن" یا جیسے مائدہ میں ہے "احل لکم ... والمحصنٰت ... غیر مسافحین" پس آیت "فما استمتعتم الخ" کو آیات ماقبل و مابعد سے غیر منقطع رشتہ ہے اور اسے ابتدائے کلام پر حمل کرنا صریحاً باعتبار عربیہ باطل ہے۔ اس آیت کو ماقبل و مابعد کے ربط سے پڑھا جائے تو عبارت اس طرح پر ہوگی "اے ایمان والو ... مت نکاح کرو ان عورتوں سے جن سے تمہارے باپوں نے نکاح کیا تھا ... حرام ہیں تم پر واسطے نکاح کے تمہاری مائیں۔ تمہاری بیٹیاں .... اور ان کے علاوہ اور سب عورتیں تمہارے لئے حلال ہیں۔ بشرطیکہ مہر کے بدلے ان سے نکاح کرنے والے ہو نہ کہ زنا کرنے والے پس جب اُن (منکوحہ عورتوں) سے فائدہ اٹھالو (یعنی جماع کرلو۔ کیونکہ بعد نکاح کے سوائے مجامعت کے اور کوئی تمتع حاصل ہو ہی نہیں سکتا) تو ان منکوحہ عورتوں کو ان کے مقرر کردہ مہر ادا کردو۔ اور حرج نہیں ہے اگر مقرر کئے پیچھے (مہر کو کم و بیش کرنے پر) باہم راضی ہو۔

قرآن کریم میں یہی ایک آیت ہے۔ جسے خواہ مخواہ شیعوں نے حلت متعہ کے حق میں تصور کر رکھا ہے۔ کیونکہ اس میں لفظ "استمتعتم" استعمال ہوا ہے۔ اس آیۂ کریمہ کے جو معنی ہم نے اوپر درج کئے ہیں۔ اس پر یہ اعتراضات فریق مخالف نے پیش کئے ہیں۔

اعتراض اول اگر اس آیۃ کو متعہ پر محمول نہ کیا جائے تو نظم قرآنی میں خرابی پیدا ہوتی ہے۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ نے تینوں نکاح بالترتیب بیان کئے ہیں۔ (۱) اول "فانکحوا ما طاب الخ" میں نکاح دائمی کا ذکر کیا۔ اور پھر "فما استمتعتم الخ" میں نکاح متعہ کا۔ اور بعد اس کے "فمن ما ملکت ایمانکم الخ" میں لونڈیوں کے نکاح کا ذکر کیا ہے (برہان المتعہ)

جواب آیۂ "فانکحوا ما طاب الخ" میں جہاں خداوند کریم نے ایکطرف زیادہ سے زیادہ چار عورتوں سے نکاح کرنے کی اجازت دی ہے۔ اور دوسری طرف بصورت خوف اسقاط

"فواحدۃ" کا حکم دیا ہے۔ وہاں ساتھ ہی یہ ارشاد بھی فرمایا ہے کہ ان کو دیدو "صدقتھن نحلۃ" ان کے مہر خوشی سے ÷ نکاح کرنے اور حق مہر دینے کے ان اجمالی احکام کے بعد اگر کوئی چیز اشد ترین ضروری ہے تو یہ ہے کہ ان امور کی مفصل تشریح ہو جائے کہ نکاح کیا جائے تو کن کن عورتوں سے اور کسطرح؟ اور اگر حق مہر دیا جاوے تو کب؟ "کن کن" کی تشریح "حرمت علیکم" سے لیکر "داخل تم بھن" اور "اٰخذتم" تک اور "کسطرح" کی توضیح "ان تبتغوا باموالکم محصنین غیر مسافحین" کر کے "تعالیٰ" حق مہر کے متعلق مفصل حکم دیتا ہے "فما استمتعتم الخ" کہ اگر تم نے منکوحات سے مجامعت کر لی ہے تو ان کو پورا مہر مقررہ کردہ ادا کر دو۔ لیکن اگر باہم رضامندی سے کم و بیش کر لو تو جائز ہے۔ یہاں تک تو خدائے علیم نے کافۃ الناس کیلئے عام قاعدہ کلیہ مقرر کر دیا ہے۔ جو ہر شخص پر اس کے معمولی حالات میں عائد ہوتا ہے۔ لیکن اگر کوئی شخص غیر معمولی طور پر فلاکت زدہ ہے کہ وسعت آزاد عورت سے نکاح کرنے کی نہیں رکھتا۔ لیکن اُسے ضرورت نکاح کی اس حد تک ہو کہ اگر وہ نکاح نہ کرے تو اسے اندیشہ گناہ کر بیٹھنے کا ہو "لمن خشی العنت منکم" تو ایسے استثنائی شخص کیلئے استثنائی حالات کے ماتحت اللہ پاک نے مسلمان لونڈی کے ہمراہ نکاح کرنے کی اجازت دی ہے۔ لیکن اس اجازت کے ساتھ ہی یہ حکم بھی دیدیا ہے کہ اگر ایسا نہ کرو۔ اور صبر کرو تو تمہارے لئے بہتر ہے ÷

اگر از غرض بحث کیلئے آیۂ کریمہ "فما استمتعتم الخ" کو عقد متعہ پر ہی محمول کریں تو چونکہ متعہ شیعوں کے ہاں آزاد عورت سے بھی ہو سکتا ہے اور لونڈی سے بھی اسلئے نظم قرآنی اس امر کی متقاضی تھی۔ کہ نکاح حرہ کے بعد نکاح مملوکہ کا ذکر آتا اور پھر دونوں سے متعہ کا حکم دیا جاتا۔ اور قرآن کی ترتیب عقد شرعیہ اس نہج پر ہوتی "نکاح دائمی کرو آزاد عورت سے یا لونڈی سے اور متعہ کرو آزاد عورت سے یا لونڈی سے" موجودہ صورت میں تو ترتیب یہ ہے۔ "نکاح دائمی یا متعہ کرو آزاد عورت سے اور نکاح دائمی کرو لونڈی سے" لیکن متعہ لونڈی سے خارج از حکم متعہ ہے۔ جو عقائد شیعی کے برخلاف ہے۔ اندریں صورت ارباب بصیرت اس امر کا فیصلہ کریں کہ خرابی نظم قرآنی میں شیعوں کی تاویل سے پیدا ہوتی ہے۔ یا ہماری تاویل سے ÷

اعتراض دوئم۔ اگر "استمتاع" کے معنی عقد متعہ کے نہ ہوں تو لامحالہ

یا تو اس کے معنی مجامعت کے ہونگے یا نکاح دائم کے۔ بصورت اول بدون مجامعت خاوند کے ذمہ کچھ بھی مہر دینا واجب نہ ہونا چاہیئے۔ حالانکہ نصف مہر بعد طلاق قبل از دخول واجب ہے اور بصورت ثانی کل مہر بنفس عقد نکاح واجب ہونا چاہیئے۔ حالانکہ بمجرد عقد نکاح کل مہر کا دینا کسی طرح بھی واجب نہیں ہے (تفسیر مجمع البیان برہان المتعہ۔ تنبیہ المنکرین)۔

جواب ہم تسلیم کرتے ہیں۔ کہ استمتاع سے وقاع (مجامعت) مراد ہے۔ اور یہ نکاح دائم پر متفرع ہے۔ مگر اس کو تسلیم نہیں کرتے کہ عدم وقاع کی صورت میں طلاق قبل الدخول سے مہر بھی لازم نہ آئیگا۔ آخر اس لزوم عدم لزوم کی دلیل کیا ہے۔ حالانکہ ارشاد خداوندی ہے "وان طلقتموھن...... فنصف ما فرضتم" اور صورت ثانی ہم نے کبھی تسلیم ہی نہیں کی۔ ہمارا تو دعوی ہی یہ ہے کہ "استمتاع" کے معنے وقاع وخلوت صحیحہ کے ہیں اس لئے کہ قید نکاح تو خود لفظ "محصنین" سے ثابت ہے کیونکہ اگر تحلیل "ما وراء" محرمات ابدیہ میں شرط نکاح ملحوظ ہو تو بلا نکاح کے نفس تحریم میں محرمات ابدیہ وغیر ابدیہ سب برابر ہیں۔ پس نکاح کی حلت کے کوئی معنی نہیں تو اب نکاح پر احکام نکاح کی تفریع صحیح ہو گئی جس کیلئے لفظ "فا" موضوع ہے اور اگر عقد نکاح مراد ہو جیسا کہ شیعہ قائل ہیں تو تفریع بے سود اور بالکل بے معنی ہو جائیگی۔ کیونکہ تفریع میں متفرع علیہ کے ساتھ تعلق اور مغائرت ضروری ہے۔ حالانکہ نکاح کی قید پہلے ہی معلوم ہو چکی تھی پس نکاح پر تفریع نکاح کے کوئی معنی نہیں ورنہ وحدت متفرع و متفرع علیہ لازم آئے گی۔ اسی طرح تعقیب الشئ عن نفسہ بھی باطل ہے۔ اور عقد متعہ ہونے کی صورت میں مابعد حرف "فا" کو ماقبل سے کوئی تعلق نہیں رہتا۔

نوٹ اس جگہ اعتراض کیا جا سکتا ہے۔ کہ خلوت صحیحہ کس دلیل سے وقاع کی مترادف تصور کی گئی ہے۔ سو اسکا جواب یہ ہے۔ خلوت صحیحہ کے بعد عورت کی طرف سے تسلیم متحقق ہو جاتی ہے۔ اب عدم وقاع میں اگر قصور ہے تو زوج کا ہے "لا تزر وازرة وزر اخرى" زوج کے قصور کی وجہ سے غریب زوجہ کیوں نقصان اٹھائے۔ بائع اگر بیع کو مشتری کے حوالہ کر دے۔ تو اس سے نفع اٹھانا اور اسکو استعمال میں لانا مشتری کا کام ہے۔ اس کے عدم استعمال سے بائع کیوں بدل مبیع سے محروم کیا جائیگا۔ اور چونکہ بعد خلوت صحیحہ تحقق وقاع عادۃً کثیر الوقوع ہے۔ اور نیز وہ منجملہ دواعی وطی کے اقرب الی الوطی ہے اس کو قائمقام

وطی کر دیا۔ اور دواعی وطی کا قائم مقام وطی ہونا قرآن مجید سے بھی مفہوم ہوتا ہے "وَان طلقتموا النساء ما لم تمسوھن الخ" اس آیت میں وطی و دواعی وطی کو "مس" کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ حالانکہ "مس" کے معنے بھی جماع کے نہیں ہیں۔ علاوہ اس کے شرطیہ وقاع کی صورت میں کوئی شریر النفس خلوت میں اپنا کام نکالکر مہر دینے کے ڈر سے انکار کر سکتا ہے۔ لیکن اس کے برعکس خلوت صحیحہ کی صورت میں اس کا انکار بوجہ شہادت و رویت اغیار قابل اعتبار نہیں ہو سکتا۔ اعتراض دوئم سے لغو اعتراض آج تک دیکھنے سننے میں نہیں آیا۔ یہ اعتراض تو بعینہ ایسا ہے جیسے کوئی اس قانون سے کہ جو کوئی قتل عمدا کریگا اس کو پھانسی کی سزا دی جائیگی۔ یہ نتیجہ اخذ کرے۔ کہ قتل عمد نہ کرنیوالے کو کوئی سزا نہیں دیجائیگی۔ حالانکہ قتل عمد نہ کرنے والوں میں ضارب الشدید بھی ہو سکتے ہیں۔ جن کیلئے جداگانہ سزائیں مقرر ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ معترض صاحبان کو شرع تو شرع ہندوستان کے دیوانی قانون معاہدات سے مطلقاً مس ہی نہیں ہے معاہدہ کے تین مراحل ہیں۔ اقرار۔ تکمیل معاہدہ اور تعمیل معاہدہ۔ اقرار قابل مواخذہ نہیں۔ کیونکہ اس میں فریق اول کیطرف سے ایجاب تو ہوتا ہے۔ مگر فریق ثانی کیطرف سے قبولیت نہیں ہوتی۔ تکمیل معاہدہ میں ایجاب بھی ہوتا اور قبول بھی۔ لیکن فریقین کیطرف سے اپنے اپنے مقررہ فرائض کی ادائیگی عمل میں نہیں آتی۔ اور تعمیل معاہدہ میں فرائض کی ادائیگی پر فریقین یا کم از کم ایک فریق عمل پیرا ہو جاتا ہے۔ مقدم الذکر صورت میں اندیشہ نقصان کم اور موخر الذکر صورت میں اندیشہ نقصان زیادہ ہوتا ہے۔ اس لئے اگر کوئی شخص معاہدہ کی تکمیل کے بعد اس کو فسخ کردے تو کوئی وجہ نظر نہیں آتی کہ فسخ کنندہ معاہدہ بطور ہرجانہ کچھ ادا کیوں نہ کرے۔ چنانچہ باریتعالے نے تکمیل معاہدۂ نکاح کے بعد تنسیخ کا ہرجانہ "فنصف ما فرضتم" فرمایا ہے۔ اور تعمیل معاہدۂ نکاح کے بعد تنسیخ کا ہرجانہ اجورہن فریضہ مقرر کیا ہے۔ طلاق قبل الدخول کی صورت میں چونکہ عورت کی محض عفت ریزی ہوتی ہے۔ اس لئے نصف مہر کی سزا مقرر ہے۔ لیکن مجامعت کیساتھ چونکہ عصمت دری وقوع پذیر ہوتی ہے۔ اسلئے کامل مہر کی

اعتراض سوئم چونکہ استمتاع کے حقیقی لغوی معنے مطلق انتفاع ہے اسلئے اخذ وقاع مجاز ہے۔ اور حقیقت کو چھوڑ کر مجاز سے متمسک ہونا ناجائز ہے۔

جواب استمتاع سے وقاع کو مجاز کہنا عقل و فہم پر ستم کرنا ہے۔ استمتاع بالنساء کا فرد کامل

بلکہ فرد مخصوص بجز وقاع کے اور کون ہے جسکو حقیقت کہین۔ بلکہ اگر استمتعتم کے صلہ کو خیال کیجئے اور الباء للالصاق کا قاعدہ ملحوظ رکھئے تو وقاع کی اور تعین ہو جاتی ہے۔ بلکہ اگر وقاع کو استمتاع سے مجاز بھی کہین حالانکہ مجاز کہنا یقیناً غلط ہے۔ البتہ مشترک معنوی ہو سکتا ہے تاہم قرینہ الصاق موجب تعین وقاع ثابت ہے۔ اگرچہ قرائن عقلیہ کے ہوتے ہوئے قرائن لفظیہ کی ضرورت نہین ہے۔ ایک طرف تو نکاح کیلئے محرمات وغیرہ کو بیان کیا جاتا ہے۔ آخر نکاح سے مقصود کیا ہے دوسری جانب "نساؤکم حرث لکم" ارشاد ہو گیا ہے۔ پس کوئی کاشتکار ایسا ہوا ہے کہ بے بوتے بوئے کھیت کو محض دیکھکر پیداوار کا امیدوار رہا ہو۔ پھر نکاح دائر کے بعد نکاح اسماء کو بیان کر کے فرماتا ہے "ذلک لمن خشی العنت منکم" کہین پانی دیکھنے سے پیاس گھٹتی ہے اور زوجہ کے دیکھنے سے شبق کا علاج ہوا ہے؟

اعتراض چہارم اگر اس آیہ سے مراد متعہ ہوتی تو بجائے اجورھن صدقاتھن یا مہورھن لکھا ہوتا جیسا کہ دوسری جگہون پر نہین الفاظ سے اس مفہوم کو ادا کیا گیا ہے (تنبیہ المنکرین)

جواب فرقان حمید مین اجورھن جس جگہ بہ قرینہ نکاح استعمال ہوا ہے وہان یہ مہورھن ہی کی جگہ استعمال ہوا ہے ملاحظہ ہو "فانکحوھن باذن اھلھن واتوھن اجورھن" پ۵ ع۱ ونیز "لاجناح علیکم ان تنکحوھن اذا اتیتموھن اجورھن" پ۲۸ ع۲ ونیز "انا احللنا لک ازواجک التی اتیت اجورھن" پ۲۲ ع۳ ونیز "والمحصنت من المومنات ... اذا اتیتموھن اجورھن" پ۶ ع۶ نہ صرف اجور ہی بجائے مہر کے استعمال ہوا ہے بلکہ اللہ پاک نے "متاع" کو بھی اس معنی مین کئی جگہ استعمال کیا ہے "ومتعوھن علی الموسع قدرہ الخ" (ترجمہ) اپنی وسعت کے اندازہ سے ان کو مہر دیدو۔

اعتراض پنجم اس آیہ کریمہ کے حکم مین نکاح اور متعہ دونون شامل ہین کیونکہ لفظ استمتاع مین دونون مطلب شامل ہین خواہ استمتاع بصورت تابید ہو یا بہ نہج توقیت پس جبکہ دونون قسمین اس حکم مین شامل ہین تو متعہ ثابت ہے۔

جواب) شیعہ صاحبان ایک طرف تو اس آیت کو نکاح اور متعہ دونون پر شامل تصور کرتے ہین اور دوسری طرف اس کا نزول خاص متعہ مین تسلیم کرتے ہین۔ اور اسکو ثبوت متعہ مین نص ٹھیرانے کیلئے قرأت شاذہ و روایات جھوٹے "الی اجل مسمی" بڑھاتے ہین پس دو ہی صورتین ہین یا تو بقول اہل سنت جو قرآن مجید کو کامل مکمل مانتے ہین یہ آیت متعہ

نہیں ہے۔ یا بقول قائلان تحریف فی القرآن خاص در باب متعہ ہے" فالجمع بین القولین
کا ترکوب علی السفینتین" ان دو اقوال کا جمع کرنا دو کشتیوں میں پاؤں رکھنے کے برابر ہے
جو لغو محض ہے۔ **اعتراض ششم** ۔ یہ آیت حلت متعہ ہی میں مقصود ہے
کیونکہ ابی بن کعب و عبد اللہ ابن عباس کی قرأت کے مطابق فقرہ "الی اجل مسمی" اس
آیت میں ہے ان کی قرأت پر کسی نے انکار نہیں کیا پس اجماع امت اس قرأت پر
ثابت ہے۔ لہٰذا حلت متعہ باجماع امت ثابت ہے **جواب** "اگر اس قرأت
پر جمہور صحابہ کا اتفاق ہوتا اور وہ اس کو جزو قرآن سمجھتے تو ضرور یہ فقرہ داخل قرآن مجید
رہتا اور ہرگز خارج نہ کیا جاتا اگر ایسا ہوتا تو جناب فاروق رض ضرور اس کو داخل قرآن
رہنے دیتے کیونکہ جمع قرآن کے وقت تو حضرت عمر رض بقول شیعہ منکر متعہ بھی نہ تھے
تاکہ یہ شبہ ہو کہ اپنی بات کی ترجیح میں ایسا کیا انکار تو اپنی خلافت کے عہد میں کیا ہے تو جب
اس قرأت پر اجماع امت ثابت نہیں بلکہ اس کے جزو قرآن نہ ہونے پر اجماع امت
ہوا تو نتیجہ یہ نکلا کہ حرمت متعہ پر اجماع امت ہے جب خود علامہ مجلسی اس قرأت کو
قرأت شاذہ کہتے ہیں (رسالہ متعہ) تو پھر بات ہی کیا رہی کہ جس پر اسقدر شور مچایا جاتا
ہے کہ اس قرأت پر اجماع جمہور امت ہے **اعتراض ہفتم** آیت میں مجرد ابتغاء بالمال
استمتاع مذکور ہے اور بعد ازاں اللہ تعالیٰ حکم فرماتا ہے کہ بعد استمتاع اجرت مقررہ
ان کو دیدو اور یہ اس امر پر دال ہے کہ مجرد ابتغاء بمال جماع جائز ہے اور یہ صورت
عقد متعہ ہی میں متصور ہے کیونکہ نکاح دائم میں یہ حالت یعنی جماع بمجرد ابتغاء بمال جائز
نہیں۔ نکاح دائم بغیر حاضری گواہ و اجازت ولی جائز منعقد نہیں ہو سکتا اور بغیر عقد
جماع جائز نہیں پس ثابت ہوا کہ اس آیت کو نکاح دائم سے کوئی تعلق نہیں بلکہ متعہ ہی سے
متعلق ہے۔ **جواب** "یہ اعتراض تو بالکل بے معنی و خبط بے ربط ہے۔ بلکہ
مذہب شیعہ کے بھی مخالف ہے کیونکہ یہ کہنا بالکل غلط ہے کہ آیہ کریمہ میں مجرد ابتغاء
بالمال مذکور ہے بلکہ" ان تبتغوا باموالکم محصنین غیر مسافحین
میں چار شرطیں بیان کیگئی ہیں اول "ابتغاء" یعنی زبان سے ایجاب و قبول کرنا اگر
لغتاً اس لفظ کے معنی مطلق طلب کے ہیں مگر طلب متویہ تو بالاتفاق معتبر نہیں
علاوہ اس کے مال کا مقابلہ اسی عقد باللسان کو مقتضی ہے کیونکہ لین دین کا معاملہ

* دو قرأۃ شاذہ منقول است از عبد اللہ بن عباس رض ... و غیر ایشان

بلا گفت و شنود و تراضی طرفین طے نہین ہو سکتا دوم "مال" یعنے مہر و نفقہ دینا منظور ہو۔
سوم ارادہ احصان یعنی تزوج مقصود ہو چہارم نفی "سفاح" یعنی نفس قضائے شہوت
مقصود نہو پس ان دلائل کے رو سے آیۂ کریمہ کو مجرد ابتغاء بالاموال مین منحصر سمجھنا بالکل
غلط ہے یہی وجہ ہے کہ ابتغاء بالمال کے بعد "محصنین" بڑھایا گیا کیونکہ مجرد ابتغاء بالمال
تو زنا مین بھی ہوتا ہے (بازاری رنڈی بھی تو سوائے روپیہ کے اور کیا چاہتی ہے)
پھر تاکید "غیر مسافحین" سے فرمائی یعنی مال خرچ کرنے سے شہوت رانی مقصود نہ ہو۔
جیسا کہ زنا مین ہوتا ہے اگر بغور دیکھا جائے تو ان دو قیدون سے متعہ و زنا دونون
باطل ہو گئے کیونکہ متعہ سے ثبوت احصان نہونا مسلمہ شیعان ہے باقر مجلسی رسالہ متعہ
کے فصل حدود مین لکھتے ہین "محصن کسے است کہ او را فرج حلال باشد دائمی یا بملک
کہ صبح و شام باو توان رسید اگر بنکاح متعہ داشتہ باشد موجب احصان نیست" اور تقریر
ماسبق سے مجرد ابتغاء بمال جواز جماع بھی باطل ہو گیا کیونکہ یہ بات تو فقط زنا مین متصور ہے
"یہ کہنا بھی بقاعدہ شیعان غلط ہے کہ نکاح دایم بغیر چار گواہان و اجازت ولی منعقد نہین
ہو سکتا کیونکہ باقر مجلسی کے رسالہ فقہ کے باب النکاح مین ہے "شرط نیست گواہ در ہیچ نکاح
پس اگر پنہان کنند و آنرا پوشیدہ دارند صحیح باشد" "ثابت نیست ولایت ایشان بر زنان
بالغ رسیدہ و اگرچہ بکر باشد" **اعتراض ہشتم** آیۂ کریمہ مین مجرد استمتاع
اجرت دینے کا حکم ہے۔ اگر استمتاع نہ ہو تو اجرت نہین۔ نکاح دائم مین خواہ استمتاع
واقع ہو یا نہ ہو نکاح کے بعد نصف مہر دینا لازمی ہے۔ نیز شریعت مین نکاح و استمتاع
مین فرق ہے (یعنی استمتاع تلذذ کا نام ہے اور مجرد نکاح تلذذ نہین) پس ثابت ہو
کہ یہ آیت متعہ کے بارے مین ہے۔ **جواب** "استمتاع کے بعد اجر دینے کا حکم
ہے۔ اور کل اجر کا جیسا کہ لفظ "فریضۃ" سے عیان ہے مگر اس کے برعکس نفس عقد سے
کل مہر کا ادا کرنا لازم نہین اور جب شریعت نے نکاح و استمتاع مین فرق کیا اور استمتاع
تلذذ کا نام ہے اور بعد استمتاع ادائے مہر کامل کا حکم دیا ہے۔ تو ہم نہین سمجھ سکتے
کہ پھر اس آیت سے متعہ کسطرح ثابت ہو گیا۔ بلکہ جب نفس عقد استمتاع نہین اور بلا استمتاع
مہر کامل واجب نہین تو یہی آیت بطلان متعہ کے لئے کافی ہے کیونکہ برخلاف آیۂ کریمہ متعہ
مین نفس عقد سے ادائے مہر کامل واجب ہو جاتا ہے۔ چنانچہ باقر مجلسی رسالہ فقہ کے باب متعہ

مین لکھتا ہے "بمجرد عقد تسلیم واجب میشود الخ" یعنی بمجرد عقد متعہ تفویض اجر لازم ہے۔
اور شیعون کی یہ توجیہ اسلامی قانون اجارہ کے بالکل منافی ہے۔ اجارہ متعہ کیا عجیب اجارہ
جس مین بلا کام کے صرف نفس معاملہ پختہ ہوجانے سے پوری اجرت دینی لازم ہوجاتی ہے

اعتراض نہم اگر اس آیت کو نکاحِ مطلق کے متعلق مانا جائے تو ایک ہی صورت
مین دو دفعہ ایک ہی حکم کا صدور ماننا پڑیگا۔ پس رفع تکرار ضر
ہے۔ لہٰذا یہ آیت متعہ کی نسبت ہے **جواب** "یہ بھی بالکل باطل ہے کیونکہ آیہ
فَانكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ الخ مین استمتاع کی قید اور کل مہر کا دینا مذکور نہین ہے، وہان
صدقٰتهن نحلة ہے اور یہان آتوهن فريضة ہے ان دونون آیتون
کو ہم معنی قرار دینا اگر حماقت مطلق نہین تو کیا ہے اور اگر اس کو خیال کیجیے کہ کلام مقید
مین حکم قید پر ہوتا ہے تو اور بھی مطلب صاف ہوجاتا ہے کہ پہلی آیت مین "نحلة" قید
ہے اور سوق کلام بھی اس کیلئے ہے۔ اور دوسری آیہ مین "فريضة" قید واقع ہے اور
سوق کلام بھی بیان ادائے فریضہ یعنی مہر کامل کے لئے ہے ۔

"نیز پہلی آیت کے مخاطب اولیائے زوجہ ہین اور دوسری مین بالاتفاق ازواج
پہلی آیت مین اولیائے زوجہ کو ہدایت کیگئی ہے کہ وہ ان کے وصول کردہ مہرون
تعرض نہ کرین۔ ہان اگر عورتین خود خوشی سے کچھ ان کو دیدین تو وہ ان کا حق ہے۔
اور دوسری مین مقررہ مہرون کی کمی بیشی کے متعلق حکم خداوندی ہے "ولا جناح
عليكم فيما تراضيتم به من بعد الفريضة" کیونکہ تراضی طرفین کی وہین
ضرورت ہوتی ہے جہان کہین دو شخصون مین کوئی معاملہ ہے اور ولی زوجہ کا مہر کے
درمیان کوئی معاملہ ہی نہین جس مین تراضی کی حاجت ہو" ہرچند یہ آیت جسے شیعہ جواز
اباحت متعہ مین پیش کرتے ہین بنفسہ حرمت متعہ کو ثابت کرتی ہے لیکن بقوائے
"بدر انجا نہ باید رسانید" قرآن کریم کی دیگر آیات سے حرمت متعہ کی تصدیق اور اباحت
کی تغلیظ کے استدلال اخذ کئے جاتے ہین ۔

دلیل اول اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے "قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ .... اِلَّا عَلٰى
أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ فَإِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُومِينَ
فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَاءَ ذٰلِكَ فَأُولٰئِكَ هُمُ الْعَادُونَ ٥ (ترجمہ تحقیق مراد والے

مقرر ہے "وَالّٰئِی یَئِسْنَ مِنَ الْمَحِیْضِ الخ" لیکن خاوند کے مرجانے کی صورت مین چار ماہ اور دس دن مدت عدت مقرر ہے "وَیَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا یَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ" الخ سورہ بقر بشرطیکہ وہ حاملہ نہو جس صورت مین وضع حمل مدت عدت ہے "وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ ..... حَمْلَهُنَّ" اب فرقہ مخالف قرآن کی در افشانی ملاحظہ ہو "فروع کافی الکلینی ج۲ ص۱۹۴ مین ہے خمسۃ و اربعون یومًا" اور جامع عباسی مین ہے "دوم زنانیکہ ایشان را بعقد متعہ دخول کردہ باشد چہ عدت ایشان دو مرتبہ از حیض پاک شدن است" اگر متعہ حکم شرعی ہے اور زن متعہ واقعی زوجۂ شرعی ہے تو باوجود نص قطعی "ثلٰثۃ قروء" اور "ثلٰثۃ اشہر" کے علمائے شیعہ کی اس تہافت و تخالف کی بجز ان کی دین فروشی کے اور کوئی وجہ نہین معلوم ہوتی۔ "ثلٰثۃ" کے لفظ سے بوجہ اس کے کہ یہ خلفائے ثلٰثہ کی یاد دلانیوالا ہے انکو طبعًا و ایمانًا نفرت ہے **اما نفقہ** نکاح کے بعد شوہر اپنی زوجہ کو گذارہ دینے کا ذمہ دار ہے قولہ تعالٰی "وبما انفقوا من اموالهم" پ۵ ع۲ پس بروئے قرآن مجید یہ لوازمات زوجیت کے اجزاء لاینفک ہین جو عورت ان لوازمات سے محروم ہے اسے قرآنی اصطلاح مین ہم زوجہ نہین کہہ سکتے کیونکہ "الشی اذا ثبت ثبت بلوازمہ" زوجہ کی دو قسمین یعنی دائمی اور عارضی جو بیان کیگئی ہین اس کی سند قرآن کریم مین کہین موجود نہین ہے اور یہ جو صلوۃ کی مثال دیگئی ہے کہ اسکا اطلاق نماز جنازہ پر بھی کیا گیا ہے حالانکہ اس مین کوئی بھی رکن صلوۃ کا نہین ہوتا۔ اس کے مقابلہ پر ہم بھی ایک مثال "ولد" کی دیتے ہین اس کی دو قسمین ہین ایک ولد النکاح اور دوسرا ولد الزنا مگر کہتے دونون کو ولد ہی ہین حالانکہ ولد الزنا مین نہ تو اثبات نسب ہی ہے اور نہ میراث اگر زن متوعہ بھی اسی طرح ازواج کے زمرہ مین شامل ہے جسطرح کہ ولد الزنا اولاد کے زمرہ مین شامل ہے تو چشم ما روشن دل ما شاد کیونکہ ہمارا دعوٰی ہی یہ ہے کہ زن متوعہ زانیہ ہے جس طرح ولد الزنا حرامی ہے

اعتراض دوئم میراث۔ نفقہ و طلاق زوجہ کو زوجیت کی حیثیت سے حاصل نہین ہین بلکہ باعتبار رضامندی و تابعداری شوہر کے اور نہ مخالف ہمنے اس کے دین کے مسائل مین اگر عورت کافرہ ہو جائے تو میراث شوہر کی نہین پاتی اور اگر شوہر کو ناخوش رکھے تو اس کا نفقہ بھی شوہر سے ساقط ہو جاتا ہے اور اگر مرتدہ ہو جائے تو بے طلاق کے بائن ہو جاتی ہے۔

جواب میراث وغیرہم زوجہ کے شرعی حقوق ہین جو بوجہ قید نکاح مین آنیکے اسکو حاصل ہوتے ہین اور سوائے ان استثنائی موانعات کے وہ ان حقوق سے کبھی محروم نہین ہو سکتی استثناء کو قاعدہ کلیہ کا ناسخ قرار دینا کچھ شیعہ دماغ ہی کا شیوہ ہو سکتا ہے اس مضمون کو دوسرے

طریقہ پر اس طرح ادا کیا جاسکتا ہے کہ اگر منکوحہ کافرہ بھی ہو جائے اور شوہر کی نافرمانی بھی نہ کرے تو وہ یقیناً موخر الذکر حالت مین بصورت انکار منجانب شوہر اور مقدم الذکر حالت مین وفات شوہر بذریعہ عدالت نان و نفقہ بھی لیسکتی ہے اور میراث بھی حاصل کر سکتی ہے لیکن اسکے برعکس اگر ممتوعہ مومنہ بھی رہے اور تابعداری بھی کرے تب بھی اُسے میراث و نفقہ کا حق حاصل نہین ہوتا کیا ایک یومیہ اجرت پر کام کرنیوالا مزدور اور سرکار کا قابل پنشن آسامی کا مستقل ملازم دونون مساوی الحیثیت ہو سکتے ہین۔ مزدور کیسا ہی اچھا کام کرنے والا ہو وہ پنشن کا مستحق نہین ہو سکتا خواہ وہ تمام عمر یومیہ اجرت کے کام پر ایک ہی شخص کی خدمت مین بسر کر دے لیکن اس کے برعکس سرکاری ملازم یقیناً پنشن کا حقدار رہے۔ بشرطیکہ اس سے غیر معمولی طور پر کوئی ایسا فعل سرزد نہ ہو جائے جس کی وجہ سے وہ ملازمت سے برطرف ہو کر اپنے حقوق پنشن ضائع کر دے اسی طرح پسر شرعی اگر اپنے باپ کو قتل کر دے یا کافر ہو جائے تو وہ محروم الارث ہو جاتا ہے تو کیا اس کے یہ معنے ہو سکتے ہین کہ نسب سبب توارث نہین بلکہ بیٹے کی فرمانبرداری اور دینداری سبب توارث ہے فرقان حمید تو ایسی لغو توجیہ کے لئے فرماتا ہے "یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین" کہ اللہ تمہین اولاد کے بارے مین حکم دیتا ہے کہ لڑکے کا حصہ دو لڑکیون کے برابر ہے۔ اب یہ فیصلہ کرنا ارباب بصیرت کے لئے ہے کہ حکم خدا کو قطعی سمجھین یا شیعی توجیہ کو۔

خلاصہ یہ ہے کہ جب ممتوعہ کو بالاتفاق یہ حقوق حاصل نہین تو بوجہ انتفائے احکام و لوازم زوجیت وہ زوجہ شرعی باقی نہین رہی۔ اور جب زوجہ شرعی نہین رہی تو متعہ باطل ہو گیا۔

اعتراض سوئم اہل سنت کی کتابون مین زن ممتوعہ کو زوجہ اور منکوحہ بیان کیا ہے بخاری مین لکھا ہے "تزوج المراۃ بالثوب الی اجل" یعنے زوجہ بناتے تھے ہم عورت کو ساتھ کپڑے کے مدت معین تک اور تاریخ طبری (یہ دراصل شیعون کی کتاب ہے) (بندہ) مین لکھا ہے کہ "تزویج زبیر اسماء بنکاح المتعہ" (ترجمہ) زوجہ کیا زبیر نے اسماء کو نکاح متعہ کے ساتھ پس پہلی حدیث سے زن ممتوعہ کا زوجہ ہونا ثابت ہوا۔ اور دوسری

حدیث مین منکوحہ ہونا ثابت ہوا (تنبیہ المنکرین)

جواب معترض یقیناً عقل کا دشمن ہے ورنہ بیوقوف بھی سمجھ سکتا ہے کہ یہ الفاظ بمعنی مجاز استعمال ہوئے ہین نہ بمعنی حقیقت اگر ان کا استعمال بمعنی حقیقت تصور کیا جائے تو کافی ج۲ کتاب اول صـ۲۳۲ پر جو یہ احادیث بزبانی ائمہ کرام درج ہین "ناکح الیہ ملعون" و "ملعون من نکح بھیمۃ" کیا ان کی روسے مشت زنی اور حیوان بازی بھی نکاح بمعنی حقیقت ہین کیا معترض صاحب ازراہِ کرم بتلا سکتے ہین کہ مشت زنی مین کون صدر المفسرین اور حیوان بازی مین کون زبدۃ الواعظین صیغہ نکاح پڑھاتے ہین؟

زنا کا پانی سے نکاح ہوجانا ہماری کتابون سے تو متوعہ کو زوجہ ثابت کرنے کی کوشش کبھی کامیاب نہین ہوسکتی کیونکہ ہم تو قرانی زوجہ کو ہی زوجہ کہتے ہین جس مین لوازمات زوجیت حسب تصریح قرآن مجید بدرجہ اتم موجود ہون البتہ "اسد الٰہی زوجہ" بڑی آسانی سے ثابت کیجا سکتی ہے کیونکہ جہان (بقول شیعہ) حضرت علیؓ کو غروب ہوتے ہوئے آفتاب کی طنابین کھینچ کر اُسے واپس لے آنے کی طاقت تھی وہان انہیں یہ پیغمبری حق بھی حاصل تہا کہ حلال کو حرام اور حرام کو حلال کردین اگر یہ زرارہ وہشام اینڈ کو کے کارخانۂ افترا کی ایجاد نہ ہو تو اپنے اسی حق کو استعمال کرکے حضرت علیؑ نے مطلق زنا کو نکاح قرار دیدیا تہا روایت ہے "قال ابی عبد اللہ جاءت امراۃ الی عمر فقالت انی زنیت فطھرنی فامر بھا ان ترجم ... فقال امیر المؤمنین تذویج ورب الکعبۃ (فروع کافی ج۲ صـ۱۹۸) یعنی امام جعفرؑ نے فرمایا کہ ایک عورت حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ کے پاس آئی اور کہا کہ مین نے زنا کیا ہے مجھے پاک کیا جاوے تو آپ نے حکم دیا کہ اسے سنگسار کردو حضرت علیؑ کو اس کی خبر مل گئی تو آپ نے اس عورت سے پوچھا کہ تونے کس طرح زنا کیا ہے وہ بولی کہ مین جنگل مین جارہی تھی مجھے سخت پیاس لگی مین ایک اعرابی سے پانی مانگا اس نے اس شرط پر پانی دینے پہ رضامندی ظاہر کی کہ مین اپنے نفس پر اس کو قدرت دون چونکہ پیاس کی شدت زیادہ تھی ...... مین نے اپنے نفس پر اس کو قدرت دیدی تو امیر المومنینؑ نے فرمایا کہ مجھے قسم ہے

رب الکعبہ کی کہ یہ نکاح ہی ہے۔

دلیل دوئیم حق تعالےٰ فرماتا ہے فان خفتم الا تعدلوا فواحدۃ او ما ملکت ایمانکم (ترجمہ) اگر تمہین خوف ہو کہ ایک سے زیادہ عورتون مین انصاف نہ کرسکوگے تو ایک ہی (عورت پر قناعت کرو) یا لونڈیان (کافی ہین) اس جگہ چونکہ اللہ تعالےٰ نے بخوف اسقاط عدل ایک منکوحہ عورت کرنے یا صرف لونڈیان رکھنے کا حکم دیکر خاموشی اختیار کی ہے اور کسی تیسری قسم کی مقاربت کا ذکر نہین کیا جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ان کے سوائے اور کسی قسم کی مجامعت شرع مین جائز نہین ہے حالانکہ یہ مقام اس امر کا مقتضی تہا کہ وہ تمام صورتین یہین ذکر کیجاتین کہ جن مین ناانصافی محال الوقوع ہے۔ ممتوعات کا ذکر اس جگہ اشد ترین ضروری تھا کیونکہ یہی ایک صورت ایسی ہے کہ جس مین ناانصافی ناممکن الوقوع ہے اور وجہ اس کی یہ ہے کہ ممتوعہ عورت کا بعد وصولی معاوضہ جو اسے ہر حالت مین پیشگی دیا جانا شرائط متعہ سے ہے اور کسی قسم کا حق مرد پر باقی نہین رہتا اور جہان کوئی حق نہ ہو وہان حق تلفی بے معنی چیز ہے حالانکہ اس کے برعکس ایک ہی منکوحہ عورت یا لونڈیون کی صورت مین بہی ان کے کچہ نہ کچہ حقوق بذمہ شوہر واجب ہوتے ہین جن کے ترک کرنیسے شوہر پر ظلم کا اطلاق ہوسکتا ہے پہر اس آیت کا آخری حصہ "ذٰلک ادنیٰ الا تعولوا" بالخصوص قابل توجہ ہے جس کے معنے یہ ہین۔ یہ (صورت) قریب ترین ہے کہ تم ناانصافی سے بچو یعنی اسکے سوائے اور کوئی بہترین تدبیر ناانصافی سے بچنے کیلئے نہین ہے "ذٰلک" کا مشارٌ الیہ ذکر ماقبل ہے جس مین دو صورتین مذکور ہین یعنی عورت سے نکاح کرنا اور لونڈی سے مقاربت کرنا۔ پس اندین صورت سب سے مقدم ذکر اس جگہ زن ممتوعہ کا تھا نہ کہ لونڈی کا۔ یہ معنی خیز سکوت اللہ پاک نے اسی جگہ ہی اختیار نہین کیا بلکہ قرآن مجید مین نکاح کے احکام جس جس جگہ پر آئے ہین وہان منکوحات کے علاوہ صرف لونڈیون کا ہی ذکر ہے اور بس۔ چنانچہ ملاحظہ ہو۔

(۱) حرمت علیکم امھتکم ..... والمحصنت من النساء الا ما ملکت ایمانکم سورہ نساء

(ترجمہ) حرام کی ہین واسطے نکاح کے تمہر ..... دوسرے مردن کی منکوحات سوائے وہ جو تمہاری لونڈیان

(۲) یا یہا النبی انا احللنا لک ازواجک التی اتیت اجورھن وما ملکت یمینک سورہ احزاب

(ترجمہ) اے پیغمبر ہم نے حلال کی ہین تمہارے لئے تمہاری بیویان جن کے تم نے مہر دئے ہین اور تمہاری لونڈیان اس جگہ پر اللہ تعالےٰ اپنے محبوب کیساتھ ایک خاص رعایت کرنا چاہتا ہے چنانچہ موخرالذکر آیت کے قریب ہی اس کا ذکر بدین الفاظ کیا گیا ہے جو نمبر ۳ مین درج ہے۔

(۳) وامراة مومنة ان وهبت نفسها للنبی ان اراد النبی ان یستنکحها خالصة لک من دون المومنین (ترجمہ) (حلال ہے تم پر) اگر کوئی مسلمان عورت (مفت) اپنے تئین پیغمبر کو دیدے (یعنی بغیر مہر کے نکاح کرنا چاہے) بشرطیکہ وہ بھی اس کو نکاح مین لینا چاہین (یہ بات) خاص تمہارے ہی لئے ہے عام مسلمانون کیلئے نہین یہان بھی اللہ پاک اپنے محبوب کو سوائے منکوحات اور لونڈیون کے تیسری قسم کی کوئی عورت عطا نہین کرتا۔ اگر کچھ رعایت کی ہے تو صرف اس امر مین کہ آنجناب بغیر مہر کے مومنہ عورتین اپنے نکاح مین لے آوین اگر متعہ ایسا ہی ثواب کا کام ہوتا جیسا کہ شیعہ کتب مین اس کی تعریف مین ورقون کے ورق سیاہ کئے ہوئے ہین تو نبی کریم ص سے باری تعالے کو کون زیادہ محبوب و مرغوب تھا کہ جس کیلئے یہ نعمت اٹھا رکھی تھی۔ **اعتراض** اس آیت مین ایک ہی منکوحہ یا لونڈی کا ذکر کرکے جو سکوت اللہ تعالے نے اختیار کیا ہے اس سے لازماً یہ نتیجہ نہین نکلتا کہ زن ممتوعہ درست نہین ہے علاوہ ازین اس آیت مین ذکر ان عورتون کا ہے جن پر انتظام خانہ داری کا موقوف ہے اور وہ یا زوجہ ہوتی ہے یا لونڈی اور زن ممتوعہ ایسی نہین ہوتی بلکہ اس سے فقط رفع حاجت منظور ہوتی ہے۔ اس لئے اللہ تعالے نے اسکا ذکر یہان نہین کیا (تنبیہ المنکرین)

جواب یہ غلط ہے کہ خداوند کریم نے اسی جگہ ہی سکوت اختیار کیا ہے بلکہ قرآن مجید مین جہان جہان نکاح کے احکامات درج ہین وہان زوجہ اور لونڈیون کے علاوہ کسی تیسری صنف کا ذکر ہی نہین ہے جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے چونکہ زن ممتوعہ سے کف مشت زن کا کام لیا جاتا ہے اس لئے نہ صرف اس جگہ ہی بلکہ کسی اور جگہ بھی اس بدنصیب آلۂ اخراج منی کا ذکر خداوند عزوجل نے نہین کیا جب قرآن مجید کی آیات ایک دوسری کی مفسر ہین تو کوئی وجہ نظر نہین آتی کہ ایکطرف تو اللہ پاک نے متعہ کے حکم کو صرف ایک ہی جگہ اور وہ بھی نہایت ہی دبی زبان سے ادا کیا ہے اور دوسری طرف دیگر مقامات پر ایسی آیات بیان فرما دی ہین جن سے صراحتاً و کنایتہً اس حکم کی بلاواسطہ یا بالواسطہ تردید و تکذیب ہوتی ہے اللہ تعالے نے جب وہ احکامات بھی جو محض اضطراری حالات مین جواز کا حکم رکھتے ہین مثلاً فمن اضطر فی مخمصة غیر متجانف لاثم اور جن سے لاکھ مین سے ایک آدھ مسلمانکو صد سالہ زندگی مین ایک بار نہین تو دو بار بالکراہت مستفید ہونیکا موقعہ ملتا ہے متعدد آیات کے ذریعہ سے اظہر من الشمس

کر دئے ہین تو یہ کسطرح ممکن ہے کہ وہ ذات علیم ایک ایسے اہم قانون کو جس کا اطلاق (بقول شیعہ)
کم وبیش ہر مسلمان متنفس پر معمولی حالت مین ہوسکتا ہے حرف ایک اور ایک ہی محدود
جگہ پر اور پھر نہایت ہی حجابانہ طور پر ذکر کرے۔ **دلیل سوئم** خداوند کریم اپنے فرقان
حمیدہ مین فرماتا ہے "ولیستعفف الذین لا یجدون نکاحاً حتی یغنیھم اللہ من
فضلہ" سورہ مومنون (ترجمہ) اور جو لوگ نکاح کرنیکا مقدور نہین رکھتے انکو چاہئے کہ ضبط کرین
یہانتک کہ اللہ انکو اپنے فضل سے غنی کردیوے۔ اگر متعہ جائز ہوتا تو سب سے بہتر موقعہ
اس کے جواز کا اس مقام پر تھا مگر جناب باری نے ایسے لوگون کو جن کو ضرورت نفس تو ہے
مگر نکاح کا مقدور نہین صرف صبر کرنے کی تلقین کی ہے۔ متعہ کے جائز ہوتے ہوئے اللہ تعالی
کا یہ فرمانا کہ غریب لوگ اپنی خواہشات بشری کو روکے رکھین یہانتک کہ اللہ ان کو اس قدر
فارغ البال کر دے کہ وہ بھی دوسرون کی طرح حظوظ نفس سے بہرہ اندوز ہوسکین بے معنی
ہوجاتا ہے خصوصاً جب ایک مٹھی بھر جو یا ایک لقمہ طعام ایسی قلیل القیمت چیز سے زن متوعہ
کے ساتھ عیش اڑائے جاسکتے ہین تو ان لوگون کو جو نکاح کے اخراجات کے متحمل ہونیکی
استعداد نہین رکھتے خواہ مخواہ اس سہل الحصول چیز کے استفادہ سے کیون محروم کیا گیا ہے؟

دلیل چہارم ایک اور جگہ پر خدائے عزوجل فرماتا ہے "ومن لم یستطع
طولاً ان ینکح المحصنت المؤمنات فمن ما ملکت ایمانکم
من فتیٰتکم المؤمنات..... ذلک لمن خشی العنت منکم وان تصبروا
خیر لکم" (ترجمہ) تم مین سے جس کو مسلمان آزاد عورتون سے نکاح کرنے کی توفیق نہین ہے
تو مسلمان لونڈیون سے نکاح کرلو مگر ان کے مالکون کی اجازت سے بشرطیکہ قید نکاح مین لائی
جائین نہ کہ تم سے بازاری عورتون یا خانگیون والا تعلق رکھنا چاہین...... یہ نکاح ہمراہ لونڈی
کے اسی کیلئے ہے جسے گناہ کر بیٹھنے کا خوف ہو اور اگر صبر کرو تو تمہارے لئے بہتر ہے۔

دلیل سوئم میں جو آیت نقل کیگئی ہے اس مین تو یہی حکم تہا کہ اگر کسی مسلمان مرد کو
آزاد مسلمان عورت کے ساتھ نکاح کرنے کی توفیق نہ ہو تو وہ اسوقت تک صبر کرے
جب تک اللہ تعالے اُسے نکاح کرنے کی استطاعت عطا نہ کردے مگر اس آیت مین قدرے
رعایت کا پہلو مدنظر رکھا گیا ہے اور وہ یہ ہے کہ اگر وہ مسلمان آزاد عورت سے نکاح نہ
کرسکے تو مسلمان لونڈی سے ہی نکاح کرلیوے لیکن وہ بھی صرف اس حالت مین جب کہ

وہ یہ سمجھے کہ اسکے کاسئہ صبر لبریز ہو چکا ہے اور اس سے زیادہ اگر وہ ضبط سے کام لیگا تو یقیناً اس سے ارتکاب گناہ صادر ہوگا - اگر متعہ بھی ایک جائز فعل ہوتا تو اسقدر صبر و ضبط کی تلقین کیا معنی رکھتی ہے؟ خصوصًا جب کہ متعہ نکاح کنیز سے کہین زیادہ آسان ہے کیونکہ نکاح کنیز مین اگرچہ مہر کی کچھ تخفیف ہے مگر بار نفقہ سے سبکدوشی نہین ہو سکتی اور متعہ مین تو مٹھی دو مٹھی جو و گیہون پر رہیون کیلئے قصہ پاک ہو جاتا ہے اگر ایسے اضطرار کی حالت مین بھی کہ جس کا نقشہ "ذلک لمن خشی العنت منکم" مین کھینچا گیا ہے پروردگار عالم نے متعہ کا حکم نہین دیا بلکہ لونڈی کیساتھ نکاح کو جائز قرار دینے کے بعد بھی "وان تصبروا خیر لکم" کا حکم صادر فرما دیا ہے تو سمجھ مین نہین آتا کہ یہ شرعی زنا آخر خدائے پاک نے کس وقت اور کس شخص کیلئے مخصوص کر رکھا ہے - رسول کریم کو اس سے بہرہ اندوز ہونے کی اجازت نہین فرمائی - غربا کو عین اس وقت بھی جب کہ انہین نا جیسے قبیح گناہ کر بیٹھنے کا خوف لاحق ہو اس سے ہم خرما و ہم ثواب کا لذت آشنا نہین ہونے دیا تو پھر کیا عیاش امیرون رئیسون اور نوابون کی جدت پسند شہوت رانی کے نہ سیر ہونیوالے چسکے کی استمالت کیلئے یہ خوان بوقلمونی مہیا کیا ہے؟

اعتراض یہ آیت فقط نکاح دائمی کیلئے نہین ہے بلکہ نکاح اور متعہ دونون پر مشتمل ہے کیونکہ متعہ بھی نکاح ہی ہے گو عارضی ہوتا ہے - اور چونکہ اللہ تعالے نے نکاح دائمی کا حکم "واحل لکم ما وراء ذلکم الخ" مین فرمایا ہے اور نکاح منقطع کا آیہ "فما استمتعتم بہ منھن الخ" مین - اور نیز چونکہ مہر عورت آزاد منکوحہ کا دائمی اور منقطع کا بہت ہوتا تھا جو اکثر لوگ بوجہ تنگدستی ادا کرنے کی استطاعت نہ رکھتے تھے اس لئے اللہ تعالے نے ایسے لوگون کی آسانی کیلئے نکاح لونڈی کا دائمی و منقطع جائز فرما دیا ہے۔

جواب شیعون کے اعتقاد کے مطابق اگر کوئی آیت اباحت متعہ مین نازل ہوئی ہے تو وہ آیۂ "فما استمتعتم بہ الخ" ہی ہے اور اس آیت زیب عنوان مین نکاح کا لفظ متعہ پر استعمال نہین کیا گیا اسلئے متعہ کو کھینچ تان کر نکاح کی تحت مین لانا قرآن سے استہزا ہے اور اگر اسجگہ نکاح کو بقول شیعہ محیط متعہ تصور کیا جائے تو پھر کوئی وجہ نہین کہ اور جگہون پر اس کے یہی معنی نہ لئے جائین اگر آیۂ "فانکحوا ما طاب لکم الخ" مین بھی نکاح محیط متعہ ہے تو چار ممنوعہ عورتون سے زیادہ کیساتھ عقد متعہ ناجائز ہونا چاہیے حالانکہ شیعہ عقائد کے مطابق ممتوعات کی تعداد لاانتہا ہے (تنبیہ المنکرین صـ۲۷) اور نیز کتاب اعتقادات ابن بابویہ کے باب النکاح مین

نکاح کو متعہ سے بالکل ہی علیحدہ ذریعہ حلت النساء سمجھا گیا ہے چنانچہ مرقوم ہے "اسباب حل المرأۃ عندنا اربعۃ النکاح وملک یمین والمتعہ والتحلیل الخ" ترجمہ عورتون کی حلت کے اسباب ہمارے نزدیک چار نکاح قبضہ ملکیت (لونڈیان) متعہ و تحلیل ہین اور پھر فروع کافی جلد ۲ کتاب اول کے صفحہ ۱۹۱ پر یہ روایت زرارہ بن اعین سے مروی ہے "قلت مایحل من المتعہ قال کم شئت" (ترجمہ) مین نے کہا متعہ کے عورتون سے درست ہے تو امام صاحب نے فرمایا جسقدر سے کرنا چاہو۔ پس نتیجہ یہ نکلا کہ یا تو نکاح کا اطلاق متعہ پر نہین ہوتا یا ممتوعات کی لا تعدادی محض عیاشی کی خاطر وضع کیگئی ہے صاحب صحیفہ علی الرغم اس نقیض کی اصلاح فرمائین۔ اندرین صورت جب عقد متعہ مین ایک بھی شرط عقد نکاح کی نہین پائی جاتی یعنی نہ قیدِ تعدادِ متزوجات نہ طلاق و عدتِ شرعیہ اور نہ نفقہ و وراثت تو پھر خواہ مخواہ اس پر نکاح کا اطلاق کرنا زید کی پگڑی بکر کے سر رکھنے والی بات نہین تو کیا ہے۔ جس حالت مین زن ممتوعہ کا مہر کم از کم ایک مٹھی جو یا ایک کف طعام ہو سکتا ہے تو پھر یہ کہنا کہ مہر آزاد و زنِ ممتوعہ کا زیادہ ہوتا تھا اس لیئے اللہ تعالے نے نکاح ہمراہ لونڈی کے تنگدستون کی سہولیت کیلیئے جائز قرار دیدیا تھا کہ اس کا مہر مقابلتہً کم ہوتا ہے سراسر شاشیدن کے برابر ہے۔

دلیل پنجم قرآن کریم مین جہان اللہ پاک عورتون کیساتھ مجامعت کی تحلیل کا ذکر کرتا ہے وہان لازماً اس تحلیل کو "مُحصنین غیر مسافحین" کی شرائط سے مقید کرتا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالے ہے (الف) واحل لکم ماوراء ذلکم ... غیر مسافحین (سورۃ النساء) (ب) فانکحوھن باذن اھلھن ... محصنت غیر مسافحت (سورۃ النساء) (ج) احل لکم ... محصنت من المؤمنت ... محصنین غیر مسافحین (سورۂ مائدہ) ان آیات مین الفاظ "احصان" و "اسفاح" خاص طور پر غور کرنے کے قابل ہین "احصان" کے لغوی معنی ہین حفاظت۔ خواہ حفاظت الجسم یعنی حفاظت البدن من الجراحت ہو یا حفاظت العصمت یعنے حفاظت الفرج من الفساد مقدم الذکر کی مثال قرآن حکیم مین "وعلمناہ صنعۃ لبوس لکم لتحصنکم من بأسکم" (ترجمہ ہم نے انہین زرہ کی صنعت سکہلائی تا کہ ضرر سے محفوظ رہین (پ ۱۷ ع ۶) اور مؤخر الذکر کی مثال "والتی احصنت فرجھا" پ ۱۷ ع ۶ ہے بلکہ منکوحہ عورت کو محصنت ہی کہا گیا ہے قولہ تعالے "والمحصنت من النساء الا ما ملکت" (ترجمہ) اور منکوحہ عورتین

(حرام ہیں) سوائے ان کے جو تمہاری مملوکہ ہو جائیں کیونکہ نکاح کے سوائے حفاظت الفرج من الفساد ہو ہی نہیں سکتی "سفاح" کے لغوی معنی میں سیال چیز کا گرانا بہانا یا پھینکنا جیسا کہ قرآن کریم کی اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے "او دمًا مسفوحًا" (ترجمہ) یا بہتے والا خون پس سفاح بالکل زنا کے مترادف ہے کیونکہ "الزنا سفاحًا لان لا غرض الزانی الا سفح النطفۃ (ترجمہ) زنا سفاح ہی ہے کیونکہ زانی کی غرض سوائے پانی نکالنے کے اور ہوتی ہی نہیں۔ علاوہ ازیں کافی جلد ۲ کتاب اول کے صفحہ ۲۵۱ پر "الفرق بین النکاح والسفاح والزنا" کے عنوان کے تحت میں زنا کو سفاح ہی کہا گیا ہے "کل زنا سفاح ولیس کل سفاح زنا لان معنی الزنا فعل حرام من کل جہۃ لیس فیہ شئی من وجہ الحلال واما معنی السفاح الذی ہو من وجہ النکاح مشوب بالحرام یعنی نکاح حرام مشوب الی الحلال نظیر الذی یتزوج ذوات المحارم التی ذکر اللہ فی کتابہ والذی یتزوج المحصنۃ التی لہا زوج بعلمہ" (ترجمہ) ہر ایک زنا سفاح ہے مگر ہر ایک سفاح زنا نہیں ہے زنا کا معنی وہ فعل حرام ہے جس میں کوئی وجہ حلال کی نہ ہو اور ہر طرح سے حرام ہی حرام ہو لیکن سفاح ایک قسم کا نکاح حرام ہے اور مثال اس کی ایسی ہے جیسے کوئی شخص ان محرمات سے نکاح کرے جنکا ذکر اللہ نے قرآن میں کیا ہے یا دیدہ و دانستہ شوہر والی منکوحہ عورت سے نکاح کرے وغیرہم یہ صرف لفظی فرق ہے عملاً زنا اور سفاح میں کوئی فرق نہیں ہے ان معانی کے لحاظ سے محصنین مترادف ہے متزوجین اور مسافحین مترادف ہے زانین کا اور بعینہٖ انہیں معنوں میں یہ الفاظ شیعوں کی کتب احادیث میں استعمال ہوئے ہیں اب دیکھنا یہ ہے کہ مرد و زن کی مقاربت میں کونسی صورت ایسی ہے جس پر "احصان" اور عدم "سفاح" کا اطلاق ہو سکتا ہے یہ صورت وہیں حاصل ہو سکتی ہے جہاں مرد۔ عورت کو خالصتہً اپنے لئے مخصوص کرلے اور اس کی نیت ایسا کرنے سے حصولِ اولاد اور حمایتِ ناموس ہو اور یہی ارشاد باری تعالٰے ہے "نساؤکم حرث لکم" (ترجمہ) تمہاری عورتیں تمہاری کھیتیاں ہیں اور "ھن لباس لکم" (ترجمہ) تمہاری عورتیں تمہارا لباس ہیں یعنی تمہارے ناموس کی محافظ ہیں۔ پس زن ممتوعہ میں "احصان" تو یقیناً نہیں ہوتا اور "سفاح" تو ایک بدیہی امر ہے کیونکہ متعہ کی غرض و غایت ہی پانی نکالنا ہے نہ کہ انتظام خانہ داری۔ اخذ ولد یا حمایت ناموس۔ آیات محولہ بالا سے جب یہ بات بھی اظہر من الشمس ہے کہ عین نکاح کرنے کی حالت میں بھی کہ جس کی غرض و غایت ہی بقائے نسل

انسانی وجاہت ناموس ہے امام نعمانی نے بالخصوص یہ تاکید فرمائی ہے کہ نکاح مین بہی تمہاری نیت "احصان" کی ہو نہ کہ "اسفاح" کی تو یہ کسطرح ممکن ہے کہ خداوند علیم نے متعہ کو بہی حلال کیا ہو جس مین "احصان" ایسے ہی مفقود ہے جیسے گدھے کے سر پر سینگ اور "اسفاح" اسی طرح موجود ہے جسطرح رنڈی کے سر پر شہوت کا بہوت۔

اعتراض اول محصنین غیر مسافحین "مبطل المتعہ نہین ہے کیونکہ "احصان" کے معنے لغات عربیہ مین عفت کے لکہے ہین اور یہ نکاح دائمی اور متعہ ہر دو مین واجب ہے اور "اسفاح" کا اطلاق متعہ پر نہین ہو سکتا کیونکہ متعہ فعل شرعی ہے۔

جواب اس مین شک نہین ہے کہ "احصان" کے لغوی معنی عفت کے بھی ہین لیکن شرعی اصطلاح مین یہ نکاح کا مترادف ہے اور اس پر فریقین کی کتب احادیث متفق ہین چنانچہ کافی جلد ۳ جزو اول کی کتاب الحدود مین بیشمار مثالین اس کی موجود ہین مثلاً فاما المحصن والمحصنۃ فعلیہما الرجم" (ترجمہ) زوج اور زوجہ کیلئے حد رجم ہے اگر زن ممتوعہ کو شرعی طور پر "محصنہ" کہا جا سکتا ہے تو اس حدیث کے مطابق اس پر بہی حد رجم لازم آنی چاہئے حالانکہ بموجب حدیث "قلت والمرأۃ المتعہ قال فقال لا" (ترجمہ) مین نے پوچھا کیا ممتوعہ محصنہ ہے تو امامؑ نے فرمایا کہ نہین ایسی عورت حد رجم سے خارج ہے" اور اسی طرح مرد متعہ کرنیوالا بہی موافق حدیث "قلت فان کانت عندہ امرأۃ متعۃ المحصنۃ قال لا (ترجمہ) مین نے پوچھا اگر مرد کے پاس زن ممتوعہ ہو تو وہ محصن ہے تو امام نے کہا کہ نہین (حد رجم سے خارج ہے) ہر کتاب حدیث کے باب الحدود مین نکاح کرنے والے کو "رجل المحصن" اور نکاح کرنیوالی کو "مرأۃ المحصنۃ" کہا گیا ہے اسقدر بیّن سند کے ہوتے ہوئے بہی اگر فریق مخالف "احصان" کو عقد متعہ پر استعمال کرے تو ع

برین عقل و دانش بباید گریست "احصان" کا اطلاق ہو ہی سکتا ہے دائمی اور مستقل چیز پر جیسا کہ امام جعفر صادق کی زبانی کافی جلد سوئم جزو اول کے صفحہ ۹۸ پر یہ روایت درج ہے "انما ذلک علی شیء دائم" (ترجمہ) احصان کا اطلاق بالتحقیق دائمی چیز پر ہو سکتا ہے۔ اور یہ جو کہا گیا کہ اسفاح کا اطلاق متعہ پر نہین ہو سکتا کیونکہ متعہ فعل شرعی ہے "عجیب احمقانہ فقرہ ہے۔ امر متنازعہ تو یہی ہے کہ متعہ فعل شرعی ہے یا نہین اور امر متنازعہ کو امر مسلمہ مان لینا کہان کی منطق ہے "گو عبارت محولہ بالا سے یہ قطعی طور پر ثابت

کیا گیا ہے کہ "احصان" کے معنی "تزویج بالتخصیص" کے ہیں لیکن صاحب ضربت حیدریہ جلد اول کے صفحہ ۵ میں لکھتے ہیں "چہ احصان بنابر تصریح مفسران بمعنی عفاف است نہ بمعنی تخصیص" اگرچہ معنی تخصیص کی نفی محض جہل یا مبنی بر تجاہل ہے مگر آپ کے مسلمہ معنی کی رو سے بھی بطلان متعہ واضح ہے کیونکہ جب حاجت جماع الانسان کے ساتھ مثل بھوک اور پیاس کے لگی ہوئی ہے تو ہمیشہ کیلئے وہ مثل تحصیل اکل و شرب تحصیل عفت کا بھی مکلف ہے اور عفت دائمی بلا عقد دائمی کے متصور نہیں کیونکہ عقد موقت کیصورت میں تعفف بھی موقت ہی ہوگا حالانکہ تکلیف تعفف کو کسی وقت معین کے ساتھ مقید و مخصوص کرنا بداہت عقل باطل ہے کتب لغت ہدایہ اور صراح میں احصان کے معنی چار قسم کے بیان کئے گئے ہیں۔ اسلام حریت۔ عفت اور تزویج۔ لیکن ان چاروں معانی کے اندر ممانعت کا مفہوم مضمر ہے کیونکہ اسلام مانع معبودیت غیر اللہ ہے اور حریت مانع حکومت غیر ہے اور عفت مانع فساد الفرج ہے اور تزویج مانع مجامعت ہمراہ غیر شوہر ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ ان معانی مختلفہ میں کون معنے آیۂ تحلیل نکاح کے مناسب ہیں۔ احصان کے معنی اسلام کے اس جگہ مناسب نہیں ہیں کیونکہ اول تو اس آیت میں مخاطب ہی مسلمان ہیں اور دوسرے اس آیت کے معنی یہ ہونگے کہ حلال کیگئی ہیں تمہارے لئے عورتیں اس حال میں کہ تم اسلام لانیوالے ہو اور یہ بے معنی محض ہے حریت بھی مراد نہیں ہو سکتی کیونکہ یہ آیت غلاموں کیلئے بھی نکاح کی اجازت دیتی ہے اب لامحالہ اس سے مراد یا تو عفت ہوگی یا تزویج بصورت اول یہ خرابی ہے کہ حال و ذوالحال کا زمانہ واحد ہونا چاہئے اور عفاف بعد نکاح حاصل ہوتا ہے نہ مع النکاح اور علاوہ اس کے غیر مسافحین کا حاصل بھی تو وہی تعفف ہے پس یہ تکرار لغو محض ہے پس جب یہ تینوں معانی خارج از بحث ہو گئے تو لامحالہ چوتھے معنے ہی شرعاً مراد ہیں لہٰذا آیت کریمہ کے معنی یہ ہوئے کہ تمہارے لئے عورتیں حلال کیگئی ہیں بایں شرط کہ تم ان کو زوجہ بنانے والے اور اپنے لئے مختص کرنے والے ہو نہ صرف اپنی مستی نکالنے والے اور اپنی وقتی حاجت پوری کرنیوالے اس معنی کی تائید لفظ "احصن" سے بھی ہوتی ہے جو متذکرۃ الصدر آیۂ کریمہ کے بعد والی آیت میں واقع ہے جس میں احصان کے معنی سوائے تزوج کے اور کچھ ہو ہی نہیں سکتے پس یہ لفظ آیۂ سابقہ کا مفسر و موضح ہے۔ نیز آیۂ کریمۂ "الا علی ازواجھم" میں حلت وطی ازواج کے ساتھ مخصوص کرنا مفید معنی تزوج ہے بلکہ تحلیل نساء کو منحصر فی التزوج کرتا ہے

"ایک اور طریقہ سے بھی احصان کے معنی تزوج ہی ثابت ہوتے ہین آیہ" فانکحوھن باذن اھلھن...... محصنت غیر مسافحت" مین نکاح مملوکہ کو بلفظ احصان تعبیر کیا گیا ہے اور اسی پر آیت" فعلیھن نصف ما علی المحصنت من العذاب" مین احکام حدود کو متفرع کیا گیا ہے اور یہ احکام بجز نکاح موبد کے اور کسی پر بالاتفاق ثابت نہین آتے پس حلت وطی جوارح کو آیۂ کریمہ " واحل لکم" الخ مین اسی نکاح پر حمل کرنا ضروری ہے"

اعتراض دوئم اگر متعہ محض اسلئے ناجائز تصور کیا جاتا ہے کہ اس سے مقصود فقط رفع حاجت شہوانی ہے نہ کہ اخذ ولد و تنظیم امور خانہ داری تو جو لوگ نکاح دائمی بھی اسی غرض سے کرتے ہین ان کے نکاح اور متعہ مین کیا فرق ہے اگر وہ جائز ہے تو متعہ بھی جائز ہونا چاہئے اور اگر متعہ زنا ہے تو ایسا نکاح بھی زنا ہونا چاہئے (تنبیہ المنکرین و برہان المتعہ)

جواب نکاح چونکہ ایک شرعی فعل بموجب حکم اللہ تعالےٰ کے ہے اس لئے اگر عقد نکاح کے تمام مراسم ظاہریہ ادا کردئے جائین تو نکاح خواہ کسی نیت سے کیا جائے شرعاً جائز ہوگا۔ لیکن اگر فریقین نکاح کوئی ایسی نیت دل مین مخفی رکھین جو شرعی مقاصد[1] نکاح کے مخالف ہو تو وہ عند اللہ گنہگار ہونگے لیکن ان کا یہ گنہ کسی صورت مین بھی نکاح کو باطل یا فاسد نہین کرسکتا۔ اگر کوئی شخص ایک ایسی چیز کو جو بنفسہٖ جائز ہے ناجائز طور پر استعمال کرے تو یہ ناجائز استعمال اس جائز چیز کو ناجائز نہین بنا سکتا لیکن اس کے برعکس اگر کوئی چیز بنفسہٖ ناجائز ہی تو خواہ اس پر اس کی ہم جنس جائز چیز کے کل مراسم ظاہریہ استعمال کئے جائین مگر وہ ناجائز چیز جائز نہین ہوسکتی۔ شرع چونکہ ظاہر ہے اس لئے اگر ظاہری لوازمات شرعی کسی چیز کے پورے کردئے جائین تو وہ چیز جائز ہے۔ باقی رہا سوال نیت کا سو اس کا تعلق خدا سے ہے۔

علاوہ اختلاف متذکرۃ الصدر کے عارضی نیت کے نکاح اور متعہ مین ایک اور بین فرق ہے یعنی اگر نکاح کے بعد مجامعت کرتے ہی عورت حاملہ ہوجائے تو گو خاوند اسے فوراً ہی طلاق دیدے پھر بھی اس کا بچہ اپنے باپ کی جایداد کا شرعی وارث ہوگا اور عورت مطلقہ وضع حمل تک نان و نفقہ کی حقدار ہوگی۔ اور نیز اگر نکاح کے بعد فریقین نکاح مین سے ایک فریق فوراً ہی فوت ہوجائے تو دوسرا فریق اس کی جایداد کا وارث ہوگا۔ اور یہ دونون باتین عقد متعہ مین نہین ہین یعنی نہ تو ولد المتعہ ہی اپنے زانی باپ کی جایداد کا وارث ہوسکتا ہے اور نہ ہی فریقین متعہ ایکدوسرے کے وارث ہوسکتے ہین "لیس بینھما میراث" (کافی جلد ۲ صد ۱۹۷) پس

[1] میعادی نکاح کی مخفی نیت باوجود تحقق ارکان و شرائط عقد فاسد النکاح نہین ہوسکتی چنانچہ باقر مجلسی رسالہ کی کتاب النکاح میں لکھتے ہین "اگر ذکر مدت نشود متعہ نکاح دایم میگردد بر قول شیخ ابو جعفر طوسی و شیخ ابو القاسم"

ظاہر ہے کہ نکاح کے مراسم ظاہریہ اگر مطابق احکام شرعی ادا ہو جائیں تو وہ نکاح کبھی زنا کی فہرست میں شامل نہیں کیا جا سکتا مگر اس کے برعکس متعہ کے مراسم ظاہریہ چونکہ بعینہٖ مطابق مراسم زنا کے ہوتے ہیں) یعنی خرچی ہاتھ میں دی اور ... کھونٹے کھونٹے "متعتک نفسی" کا کلمہ ایک طرف سے اور "قبلتُ" کا کلمہ دوسری طرف سے کہکر کارروائی شروع کر دی گئی اس لئے متعہ زنا ہے پس نکاح اور متعہ کبھی ایک سطح پر نہیں آ سکتے۔

دلیل ششم

فرقان حمید میں جس جس جگہ اللہ تعالیٰ نے نکاح کرنیکا حکم دیا ہے وہاں اس حکم کے متصل ہی ادائگی مہر کا حکم بھی دے رکھا ہے گویا نکاح اور مہر دو لازم و ملزوم اجزا حکم نکاح کے ہیں مثلاً "فانکحوہن باذن اھلہن ... محصنٰت غیر مسٰفحٰت" سورۃ النساء و نیز "احللنا لک ازواجک التی اٰتیت اجورہن" پ ۲۲ ع ۳ و نیز "والمحصنات من المؤمنات ... اذا اٰتیتموہن اجورہن" پ ۶ ع ۴ اس لئے کوئی وجہ نہیں کہ آیا "فاستمتعتم" کو حکم نکاح کا جزو و متصل نسبت حکم ادائگی مہر تصور نہ کریں اور ایک علیحدہ حکم واسطے نکاح متعہ کے خیال کریں اصول تفہیم قرآن کی روشنی میں اگر ان آیات کو پڑھا جاوے تو آیا "فما استمتعتم بہٖ" کو حکم متعہ پر محمول کرنا قرآن فہمی کو منہ چڑانا ہے اعتراض ندارد۔ جواب ندارد

باب سوئم قال الرسول

علم القرآن یقینی علم ہے جس کے متعلق خداوند تعالیٰ کا ارشاد ہے "ذٰلک الکتٰب لا ریب فیہ" کہ یہ کتاب شک و شبہ سے پاک و منزہ ہے مگر اس کے برعکس علم الحدیث (علم الاخبار) ظنی علم ہے۔ کیونکہ شیعہ و سنی کا یہ متفق علیہ اصول کلام ہے کہ "الخبر یحتمل الصدق و الکذب" یعنے خبر میں صدق و کذب کا احتمال ہے۔ اس امر سے کسی فریق کو انکار نہیں ہو سکتا کہ جناب سرور کائنات کی حیات جسدی میں بھی اور ان کی حیات ابدی میں جلوہ فگن ہونیکے بعد بھی ایک طویل عرصہ تک احادیث انسانی حافظے کی رحم پر سنبھالے لیتی رہیں اور ایک پشت سے دوسری پشت میں بذریعہ آلۂ نطق منتقل ہوتی رہیں۔ اگرچہ بعض ائمہ اور مشاہیر علماء نے ان کو ایک حد تک ضبط کر لیا تاہم ان کی باضابطہ تدوین کہیں دوسری صدی میں جا کے ہوئی اور اس عرصہ میں بنی امیہ و بنی عباسیہ کی سیاسی مخالفتوں اور مناقشتوں کے طوفان بے تمیزی کے باعث صحیح احادیث کے علاوہ بے شمار وضعی احادیث بھی شامل کر لی گئیں جنکی وجہ سے

صدق و کذب مین تمیز کما حقہ کرنا سخت مشکل امر ہے لیکن باوجود اس اشتباہ کے چونکہ فریقین اپنے مباحثون و مناظرون مین ان روایات و احادیث کو ہی قاضی النزاع مقرر کرتے ہین اسلئے ہمین بہی اس کیطرف رجوع کئے بغیر چارہ نہین ہے چنانچہ ہم اول شیعون کی معتبر کتب احادیث سے حرمت متعہ ثابت کرین گے اور اس کے بعد سنیون کی ان احادیث پر تنقید کرین گے جو شیعون کیطرف سے حلت متعہ مین پیش کیجاتی ہین۔

فصل اول

روایات شیعہ ناظرین کی سہولیت کیخاطر ہم روایات شیعہ کو دو حصون پر تقسیم کرتے ہین حصۂ اول مین اُن روایات کا ذکر کیا جائیگا جو صریحاً حرمت متعہ کا حکم رکہتی ہین اور حصۂ دویم مین وہ روایات بیان کیجائینگی جن سے حرمت متعہ استدلالاً اخذ کیجا سکتی ہے

روایات حرمت صریحہ

روایت اول شیعون کی سب سے معتبر کتب احادیث علاّمہ ابوجعفر طوسی کی تہذیب و استبصار ہین چنانچہ ان ہردو کتب کے باب تفصیل النکاح و باب تحلیل المتعہ علی الترتیب مین یہ روایت حضرت علیؑ سے منقول ہے "قال حرم رسول اللّٰہ لحوم الحمار الاہلیہ و نکاح المتعۃ" (ترجمہ) کہا حضرت علیؑ نے حرام کیا ہے رسول اللہؐ نے گوشت گہریلو گدہے کا اور نکاح متعہ کا۔ یہ حدیث کتب ستہ اہل سنت مین بہی مرقوم ہے اور چونکہ یہ بہترین اسناد سے مروی ہے اس لئے کل محدثین نے بالاتفاق اسپر حصر کرکے متعہ کو حرام قرار دیا ہے۔ جب یہ حدیث مخاصمین کی بہترین کتب مین سلسلۂ راویان معتبر پر منتہی ہوتی ہے تو اس سے بہتر مسکت البحث سند اور کیا ہو سکتی ہے۔ فریقین ایکدوسرے کی روایات کو غیر معتبر اور راویون کو غیر متعدین سمجہتے ہین اس لئے آج تک وہ ایک سطح پر کہڑے نہین ہو سکے لیکن جب یہ روایت ہر فریق کی اپنی اپنی معتبر کتب مین نہایت ثقہ راویون کی سند سے منتج ہے تو یہ کسقدر شیعون کی ہٹ دہرمی ہے کہ وہ اسے بلا وجہ نظر انداز کر رہے ہین۔

روایت دوم کافی جو شیعون کی صحاح اربعہ مین سے ہے اور یہ وہ کتاب ہے جسپر امام منتظر نے غار سرمن رائے مین "ھذا کافی لشیعتنا" کی مُہر تصدیق ثبت فرمائی ہے چنانچہ اس کتاب کی جلد ۲ صفحہ ۱۹۳ مین یہ روایت درج ہے "عن المفضل قال سمعت اباعبد اللّٰہ یقول فی المتعۃ دعوھا الا یستحی احدکم ان یری فی الموضع العورۃ

فیجعل ذٰلک علیٰ صالحی اخوانہ واصحابہٖ (ترجمہ) مفضل نے کہا ہے کہ میں نے امام جعفرؓ سے سُنا کہ متعہ کے بارے میں فرماتے تھے کہ اس کو بالکل چھوڑ دو کیا تمہیں حیا نہیں آتی کہ بیگانہ عورت کی فرج دیکھکر اپنے بھائیوں اور دوستوں کے آگے اسکا حال بیان کرو۔ اس روایت میں نہ صرف متعہ کو ہی حرام کیا گیا ہے بلکہ اس بے حیائی کا نہایت ہی مختصر مگر معنی خیز الفاظ میں مرقع کھینچا گیا ہے جو متعہ کا لازمی نتیجہ ہے **روایت سوئم** فقہ شیعہ کے بانی مبانی جناب علامہ حلّی اپنی شہرہ آفاق کتاب "فقہ الرضا" کے باب النکاح میں یہ روایت درج فرماتے ہیں "اعلم یا اخی انی سئلت الامامؑ عن المتعہ فقلت جعلت روحی فداک روی جدک امیر المؤمنین ان النبیؐ حلل المتعہ یوم فتح مکہ وحرمھا یوم خیبر و نھی عنھا...... ان اللّٰہ غفور الرحیم (ترجمہ) راوی کہتا ہے اے برادر پوچھا میں نے امام رضاؑ سے کہ اے حضرت روح میری آپ پر قربان یہ فرمائیے کہ متعہ کی نسبت آپ کا کیا حکم ہے کہ روایت کیا ہے آپ کے دادا جناب امیرؑ نے کہ حضرت رسالت پناہؐ نے حلال کیا فتح مکہ کے روز اور حرام کیا تھا خیبر کے روز اور اس سے منع کیا تھا۔ امامؑ نے فرمایا سچ فرمایا تھا جناب امیرؑ نے خدا کی قسم متعہ حرام ہے البتہ اجازت دیگئی تھی قبل میں پھر امامؑ نے فرمایا کہ حضرت صلعم نے متعہ حلال نہیں فرمایا تھا مگر جوانان عرب کے واسطے کہ جو مسافرت میں آپ کیساتھ تھے اور شکایت اپنی تکلیف کی کرتے تھے پس آپ نے اجازت متعہ کی نہیں دی مگر ایسے لوگوں کے واسطے تاکہ حرام سے بچیں لیکن جس شخص نے متعہ کیا اس حالت میں کہ قادر ہے نکاح پر یا خریدنے لونڈی پر یا اپنے مکان پر موجود ہے یا کسی شہر میں مقیم ہے پس بیشک اس نے مباح کیا اپنے نفس پر اس چیز کو جسکو حرام کیا خدا تعالٰے نے اس کیواسطے۔ اور فرمایا خدائے عزوجل نے جس شخص نے تجاوز کیا اللہ کی حدوں سے داخل ہوگا وہ ظالمین میں۔ اے بیٹے میرے نہیں تھا جواز متعہ کا مگر وقت اضطرار اور ضرورت کے جیسا کہ جائز ہے وقت ضرورت کے گوشت خنزیر کا اور مردار اور خون لیکن حد ضرورت سے نہ گذرے تو اللہ معاف کرنیوالا ہے۔ اہل بصیرت ذرا آنکھ کھولکر اس روایت کو پڑھیں اور پھر خدا لگتی کہیں کہ اس روایت سے صحیح ترین و معقول ترین روایت کبھی ان کی آنکھوں نے دیکھی یا ان کے کانوں نے سنی ہے۔ روایت کیا ہے حقیقت کا نچوڑ۔ آنکھ سے دیکھو یا کان سے سنو ایک ایک لفظ دل میں اترتا جاتا ہے اور کسی چیز کی صداقت کی اس سے واضح تر دلیل نہیں ہوسکتی۔ نہ صرف یہ روایت انکشاف حقیقت ہی کرتی ہے بلکہ متعہ کی

واقعاتی و فلسفیانہ تاریخ کے دریا کو کوزے میں بند کرتی ہے۔ **روایت چہارم**
تحفۃ المومنین اور کتاب المحاسن البرقی بھی شیعوں کی معتبر کتب میں شمار کیجاتی ہیں۔
ان کے باب المتعہ میں بھی جناب امیرؓ سے روایت نقل کیگئی ہے "قال لابن عباس انک رجل تائہ ان رسول اللہ نھی عن المتعۃ" (ترجمہ) جناب امیرؓ نے ابن عباس کو کہا کہ تحقیق تو مرد عیاش ہے تحقیق رسول اللہؐ نے منع کر دیا ہے متعہ سے۔ چنانچہ یہی روایت کل معتبر کتب احادیث اہل سنن میں درج ہے پس جب یہ حدیث متفق علیہ فریقین ہے تو اس کی صحت سے انکار ہو ہی نہیں سکتا۔ جناب امیرؓ تو متعہ کو عیش رانی کے مترادف قرار دیتے ہیں مگر حضرات شیعہ اپنے معصوم پیشوا کی بات پر ناک منہ چڑھاتے ہیں اور ابن عیاش۔ ابن مسکان اور ہشام شیطان الطاق ایسے وضاعین و کذابین کے نقش قدم پر چلکر دعوے تتبع اہل بیت کرتے ہیں ع ببین تفاوت راہ از کجاست تا بکجا۔

روایات حرمت استدلالیہ روایت اول خاتم المؤمنین

صاحب "مجالس المؤمنین" مجلس دوئم میں لکھتے ہیں "اگر متعہ روا بودے امام برحق (امام حسنؓ) چرا التفات بنکاح و طلاق فرمودے" حضرت امام حسنؓ کہ باعتراف صاحب مجالس المومنین بکثیر نکاح کرتے اور طلاق دیتے تھے یہانتک کہ حضرت امیرؓ نے لوگوں سے بذریعہ اعلان عام فرمایا تھا "یا اھل الکوفۃ لا تنزوجوا الحسن فانہ مطلاق النساء" کبھی متعہ سے کنارہ کشی نہ کرتے کہ یہ نہایت ہی سہل کام تھا ہم خرما و ہم ثواب۔ یہی نہیں کہ امام حسنؓ ہی نے تمام عمر کبھی متعہ نہیں کیا بلکہ کل ائمہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی باوجود (بقول شیعہ) فرمودہ ختم الرسلؐ کے "من خرج من الدنیا ولم یتمتع جاء یوم القیمۃ وھو اجدع" (ترجمہ) کہ جس نے دنیا سے بغیر متعہ کئے کوچ کیا وہ قیامت کے دن بد وضع مثل نک کٹا کے ہوگا (منہج الصادقین ص۳۵۴) مطابق اس روایت کے (توبہ نعوذ باللہ) نکٹا ہونا پسند کیا مگر متعہ سے اپنے دامن عصمت کو آلودہ عصیان نہ کیا۔ کاش شیعہ صاحبان ائمہ کرام کی عملی زندگی کی متابعت کریں اور خواہ مخواہ ان وضعی روایات کی کورانہ تقلید نہ کریں جو منافقین اسلام نے بغرض فتنہ و فساد معصومین کے نام پر مسکوک کرکے مروج کی ہیں جیسے ہندوستان میں مذہب اسلام نے قدم رکھا ہے کسی ایک شیعہ نے بھی متعہ نہیں کیا۔ کیا لاکھوں کروڑوں شیعہ مسلمان جو اس وقت تک ہندوستان میں مر چکے ہیں یا انہیں حالات کے ماتحت آئندہ بغیر متعہ کئے مرینگے وہ سب میدان حشر میں نکٹے ہی اٹھیں گے۔ ان گنگنانے والوں کی افواج کا منظر دیکھنے کے

قابل ہوگا۔ خدا ہر مسلمان کو اس ہنسانیوالے نظارے سے لذت اندوز ہونیکا موقعہ دے۔ اہلبیت

روایت دوئم کہ امام منتظر کی اسی تصدیق شدہ کتاب کافی کی جلد ۲ صفحہ ۱۹۲ پر یہ روایت درج ہے "عن محمد بن الحسن قال کتب ابو الحسنؑ الی بعض موالیہ لا تلحوا علی المتعۃ انما علیکم اقامۃ السنۃ فلا تشتغلوا بہا عن فرشکم وحرائرکم فیکفرن ویتبرین ویدعین علی الآمر بذلک ویلعنونا" (ترجمہ) حضرت ابو الحسنؑ نے اپنے بعض اصحاب کو لکھا کہ متعہ پر اصرار مت کرو صرف سنت بجا لاؤ اور اس میں مصروف مت ہو جاؤ تاکہ ایسا نہ ہو تم اپنی منکوحہ عورتوں اور کنیزوں سے ہٹ جاؤ اور وہ معطل ہیں اور پاکباز رہکر ہماری دامنگیر ہوں اور ہمیں اسوجہ سے کہ ہم نے حکم متعہ کا دیا ہے لعنت کریں۔ اس روایت میں گو مخالفت کلی نہیں ہے مگر متعہ کے اصرار سے ضرور ممانعت کی ہے اور اس کے بد نتائج سے آگاہ کیا ہے کہ متعہ کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ تم ممتوعہ عورتوں کے خیال میں لگ کر اپنی پاکباز عورتوں کو بالکل چھوڑ دوگے اور وہ اس کے بدلے تمہارے بزرگوں کو گالیاں دینگی کہ انہوں نے متعہ کا رواج ڈالکر ہم پر یہ آفت برپا کی۔ کیا اس سے یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ رواج متعہ معاشرتی تمدن کو درہم برہم اور انسانی رگ و پے میں شہوت رانی کی تحریک کو مستحکم کرنیوالا ہے جس کی وجہ سے ناکاری اور فسق و فجور کے رائج ہو جانیکا نہ صرف احتمال بلکہ یقین کامل ہے۔ جب ایک دفعہ یہ "کثیر اللذت قلیل الزحمت" اصول مروج ہو گیا تو دلیل عقلیہ کے مناظر تباہی صفحۂ عالم پر منقش ہو جائیں گے

روایت سوئم یہ روایت بھی اپنے ماسبق کیطرح کافی جلد ۲ کے صفحہ ۱۹۷ پر درج ہے "جاء عبد اللہ بن عمیر اللیثی فقال لہ ما تقول فی متعۃ النساء فقال احلہا اللہ وکتابہ ... بنات عمہ" (ترجمہ) ابن عمیر اللیثی نے امام باقرؑ سے متعہ کا مسئلہ دریافت کیا تو انہوں نے کہا کہ خدا نے اسے اپنی کتاب میں اور اپنے رسولؐ کی زبان سے حلال کیا ہے .... ابن عمیر نے کہا کیا یہ آپ کو پسند ہے کہ آپ کی عورتیں لڑکیاں یہ فعل کریں امام باقرؑ نے یہ بات سن کر اس کیطرف سے منہ پھیر لیا اور کچھ جواب نہ دیا۔ ائمہ معصومین کی تصویر کا سیاہ رخ تو شیعہ صاحبان نے مذکورہ بالا الفاظ میں دکھلا کر حب اہل بیت کا ثبوت دیا ہے۔ حالانکہ ہمیں معاندین اہل بیت سے شمار کیا جاتا ہے لیکن ہمارا ایمان یہ نہیں ہے کہ یہ راہنمایان راہ طریقت "آنچہ بر خود نہ پسندی بر دیگران ہم مپسند" کی خلاف ورزی کریں کہ جو چیز دوسروں کیلئے جائز سمجھیں اور اس کی تلقین کریں خود اس پر عامل

نہون اگر امام علیہ السلام حلت متعہ کے اسقدر قائل تھے کہ اس کو سنت رسولؐ اور قیامت تک جائز سمجھتے تھے تو پھر عورتون کا سوال آجانیسے کیون کبیدہ خاطر ہوئے۔ یہ عجیب بات ہے کہ جو فعل مردون کیلئے باعث نجات آخروی اور افتخار دنیوی ہو وہ عورتون کیلئے موجب رسوائی و شرمساری ہو۔ پس نتیجہ اٹل یہ ہے کہ یہ حدیث وضعی ہے اور خواہ مخواہ ائمہ معصومین کے گلے منڈھی گئی ہے کیونکہ ان کی ذات بابرکات ایسی بے اصول باتون سے مبرا و منزہ ہے۔ ائمہ معصومین کی تصویر کا سفید رخ یہ ہے جو ہم نے دکھلایا ہے اب ناظرین با تمکین فیصلا کرین کہ محبت کس نقطۂ نظر مین مضمر ہے **حدیث چہارم**

"المتعہ البکر یکرہ للعیب علی اھلھا" (ترجمہ) باکرہ سے متعہ کرنا اس کے خاندان کیلئے بوجہ عیب کے موجب ہتک کا ہے۔ یہ روایت بھی کافی جلد ۲ صفحہ ۱۹۶ پر درج ہے اور منہ "من لا یحضرہ الفقیہ" کہ شیعون کے سلطان المحدثین ابن بابویہ القمی المعروف بہ شیخ صدوق کی مشہور عالم کتاب ہے اور جو صحاح اربعہ کے نظام شمشی کا آفتاب ہے اس کے باب المتعہ مین یہ روایت بعینہ مرقوم ہے کم و بیش اس مضمون کی ایک اور روایت امام باقر علیہ السلام سے کافی جلد ۲ صفحہ ۱۹۶ پر منقول ہے "لا باس ان تمتع بالبکر مالم یفض الیھا عانہ کراہتہ العیب علی اھلھا (ترجمہ) باکرہ عورت سے اور فایدے اٹھاؤ مگر اس سے مجامعت نہ کرو کہ اس سے ہتک اس کے خاندان کی ہے ان روایات سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ متعہ دراصل فعل بد ہے اور اگر برا نہ ہوتا تو باکرہ کیساتھ متعہ کرنا کیون معیوب ہوتا اور اس کے خاندان کو دھبا لگاتا۔ حالانکہ باکرہ کے ساتھ نکاح کرنے کی اس طرح تعریف کیگئی ہے "تزوجوا الابکار فانھن اطیب شیء افواھا" (کافی جلد ۲ صفحہ ۳۴) رسالہ تنبیہ المنکرین کے صفحہ ۲۷ پر لکھا ہے کہ "باکرہ سے متعہ کرنا مکروہ ہے" گیا باکرہ سے متعہ اس لئے مکروہ قرار دیا گیا ہے کہ وہ اپنی عصمت کو ایک مٹھی بھر جو یا ایک بوسیدہ چادر کے عوض فروخت کرنے کو تیار نہین ہوتی اور "روان شدہ" کو چونکہ مجامعت کا چسکا لگ چکا ہوتا ہے اس لئے وہ تو دہان سگ کیطرح ایک لقمہ پر بھی قناعت کر سکتی ہے۔ حلت متعہ کی روایات کے وضاعین کو چونکہ اپنے مقلدین مین سہل العمل عام زنا کی اشاعت مقصود تھی اس لئے انہون نے غیر سہل الحصول عورتون کو مکروہ قرار دیدیا تاکہ ان کے انکار سے متاعی سانڈون کے حوصلے پست نہ ہو جائین۔ وگرنہ باکرہ اور سفتہ مین اس قسم کی تمسخر خیز تمیز لا یعنی ہے۔

کا سمجھ لیا جائے۔ اگر کوئی رافضی اس جگہ یہ کہنا چاہے کہ ائمہ کرام رض چونکہ نائبین نبی تھے اس لئے انہیں بھی نبی کریم ؐ کی طرح حلال و حرام کرنے کا اختیار تھا تو پیشتر اس قسم کا دعوے کرنیکے وہ ذرا اپنی اس معتبر حدیث کو ملاحظہ کر لیوے جو بستان المتعہ مؤلفہ مولانا ابوالقاسم صاحب مجتہد الاول پنجاب کے صفحہ ۳ میں بدین الفاظ درج ہے "حلال محمد ص حلال و حرام محمد ص حرام تا قیامت است" سنن ابن ماجہ میں حضرت عمر رض کے خطبہ علی المنبر میں جو روایت درج ہے وہ یہ ہے کہ "ان رسول اللہ صلعم اذن لنا فی المتعہ ثلاثا (ای فی الفتح) ثم حرمها واللہ لا اعلم احدا یتمتع وہو محصن الا رجمتہ بالحجارۃ الا ان یاتینی باربعۃ یشہدون ان رسول اللہ ص احلہا بعد اذ حرمہا" (ترجمہ تحقیق رسول اللہ صلعم نے فتح مکہ میں تین روز کی اجازت دی تھی مگر پھر آپ نے اس کے بعد قیامت تک کیلئے حرام کر دیا اب جس کو دعوے جواز کا ہو وہ چار گواہوں سے ثابت کر دکھائے کہ آپ نے بعد اس تحریم کے پھر بھی کبھی اجازت دی۔ مگر ایسے عالمانہ اعلان پر بھی کوئی باقاعدہ ثابت نہ کر سکا سو جب کسی نے اس کو ثابت نہیں کیا تو اس میں حضرت عمر رض کا کیا قصور ہے اگر شیعوں کے نزدیک اس کے ثابت نہ کرنے میں بھی حضرت عمر رض ہی کا قصور ہے تو "فاتوا بسورۃ من مثلہ" (ترجمہ) لاؤ اس کے مثل کوئی آیت اس میں بھی مکذبین اور منکرین کے عدم اقتدارِ معارضہ میں حق سبحانہ کو ہی ملزم ٹھہرانا پڑیگا اور منکرین الزام سے بری سمجھے جائینگے اور ان کا سکوت ان کے دعوے کے بطلان کی دلیل نہ ہوگی۔ جب جناب فاروق نے یہ اعلان برسر منبر علی رؤس الاشہاد فرمایا تھا تو باوجود اس امر کے کہ کل صحابہ جمع تھے مگر کسی نے بھی اس حکم کی تردید نہیں فرمائی تھی جس سے یہ اٹل نتیجہ نکلتا ہے کہ ان سب کو متعہ کے حرام ہونیکا علم تھا ورنہ ایسی خاموشی منجر بکفر ہے [1]

اس اعتراض کی زد سے بچنے کیلئے شیعوں نے فوراً صحابہ رض کی خاموشی کو حضرت عمر رض کی ہیبت کیطرف منسوب کر دیا ہے اس جگہ چونکہ ان کو کوئی اور ذریعۂ نجات منظر نہیں آیا اس لئے مجبوراً آپ کی ہیبت ناک شجاعت کی حقیقت کا اعتراف کیا ہے حالانکہ دوسری جگہ جہاں ان کو آپ کی مفروضہ بے علمی کو ثابت

[1] سیوطی نے تو اولیات عمر رض میں تحریم متعہ بلفظ مطلق لکھا ہے کہ منع الناس سے [illegible] غیر مستحق [illegible] یقیناً اس سے مراد تمتع الحج ہے یعنی "فسخ الحج الی العمرۃ" جسے جمہور اصحابہ سمجھا تھا [illegible] اور حضرت عمر رض [illegible]

کرنا منظور تہا۔ انہون نے خلیفۂ وقت کو تو محض ایک مٹی کا بت بنادیا اور ایک حقیر عورت مین بذریعہ پمپ اس قدر جرأت وہمت بہردی ہے کہ وہ سر مجلس آپ کو عین خطبہ کے دوران مین روک کر یہ الفاظ کہتی ہے "واتیتم احدٰہن قنطارًا فلا تأخذ وامنہ شیئًا"۔ اگر یہ بات درست ہے تو کیا کل اصحاب رسول مین اس عورت کے برابر بہی غیرت ایمانی نہ تہی کہ چپ چاپ بیٹھے خطبہ سنتے رہے اور پہر نہ صرف اس کو محض سننے پر ہی اکتفا کیا بلکہ اپنی زندگی بہر بھی کسی ایک شخص کو اس کے خلاف عمل پیرا ہونے کا خیال تک نہ آیا۔ کیا حضرت عمر رض کی وہ سابقہ ہیبت اس موقعہ پر کسی نے عاریتاً مانگ لی تہی جس نے ایک دفعہ تو کل مردون کے منہ پر مہر سکوت لگادی اور دوسری دفعہ ایک عورت کی زبان کو بہی لگام نہ دیسکی؟ رافضیون کا قلم پیسہ کمپنی کے جادوگر کی جادو کی چہڑی ہے جس کی مدد سے ایک منٹ مین ایک شخص کو شیر نیستان بنادیتے ہین اور دوسرے منٹ مین اسی کو شیر قالین مین متبدل کر دیتے ہین۔

چلو اغراض بحث کیلئے ہم یہ بہی مان لیتے ہین کہ حضرت عمر رض نے ہی متعہ کو حرام کیا ہے اس جگہ قدرتاً یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آپنے یہ کیا تو کیون؟ اسکا جواب شیعون کی کتابون میں یہی لکہا ہے کہ آپ معاذ اللہ چونکہ نفس پرست اور طالب دنیا تھے اس لئے مخالفت دین کیوجہ سے آپ نے یہ فعل کیا ہے ناظرین ذرا غور فرمایئے اگر آپ نفس پرست اور طالب دنیا ہوتے تو مخالفت دین کیوجہ سے اس کام کو ترک کرتے جس سے نفس کو تکلیف اٹہانی پڑتی ہے کہ اس صورت مین دین کی مخالفت بہی ہو جاتی اور طالب لذت نفس کی موافقت بہی بآسانی میسر آتی نہ یہ برعکس امر کہ جو اشیا مخالف نفس متمرد ہوں انکو تو مخالفت دین کیوجہ سے اختیار کیا جاوے اور جو چیزین موافق نفس سرکش ہون ان کو اسی دین کی مخالفت کی بنا پر چہوڑا جائے؟ "پنجگانہ پابندی اوقات سے رہائی حاصل کرنے کیلئے بلا عذر شرعی جمع الصلوٰۃ کا حکم دیا ہوتا یا مفروضہ آلام سے بچنے کیلئے سچ کو جہوٹ پر نثار کرنے کی ہدایت کی ہوتی۔ اے الٹی کہوپری کے انسانو! اگر حضرت عمر رض کا یہ فعل نفس پرورانہ مخالفت دین کیوجہ سے ہے تو دنیا کی تاریخ مین ایک مثال تو ایسی "نفس پرستارانہ مخالفت دین" کی اور بہی بتلاؤ جسنے اپنے لئے عیش اندوزیون کی کثرت کو حرام اور زحمت کشیون کی فراوانی کو مباح قرار دیا ہو اگر اس قسم کی "نفس پرور مخالفت دین" عنقا ہے اور یقیناً ہے۔ اگر اس

ہ اگر نفس پروری کی بنا پر مخالفت دین کرتے تو

ہ قسم کی دنیا طلب مخالفت دین" کی مثال تاریخ عالم مین معدوم ہے اور یقیناً ہے تو تمہارا دعوے

یہ ہیں "ان النبی ؐ نہی عن نکاح المتعہ یوم خیبر و عن لحوم الحمر الاھلیہ" اور موخر الذکر ان الفاظ میں مرقوم ہے "علیاً یقول لابن عباس ان رسول اللہ ؐ نہی عن المتعۃ النساء و عن لحوم الحمر الاھلیہ عام خیبر" ان روایات میں کہیں یہ الفاظ نہیں کہ کسی دوسرے مقام میں تحریم متعہ نہیں ہوئی اس لئے یہ دوسرے مقامات کی تحریم کے منافی نہیں ہو سکتی دوسرا جواب اس کا یہ ہے کہ خیبر ظرفِ حرمتِ متعہ نہیں ہے بلکہ ظرفِ حرمتِ لحوم حمر الاہل ہے اور اس کی دلیل وہ روایات ہیں جن میں ظرف بعد لحوم حمار واقع ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ جناب امیرؑ کی روایت خالی عن الظرف تھی جیسا کہ خود شیعوں کی معتبر ترین کتب احادیث تہذیب و استبصار کے باب تفصیل النکاح و باب تحلیل المتعہ علی الترتیب میں لکھا ہے "قال حرم رسول اللہ ؐ لحوم الحمر الاہلیہ و نکاح المتعہ" اور یہ بیانِ ظرفِ مبنی بر غلط فہمی ہے جس کی تائید حافظ ابن البر اور سہیل کے کلمات ہیں قال الزرقانی فی شرح الموطا زعم ابن عبد البر ان ذکر النہی یوم خیبر غلط والسہیلی انہ شیء لا یعرفہ احد من اہل السیر و لا روایۃ الاثر

"روایت اوطاس - اوطاس کے متعلق سلمہ بن اکوع کی روایت ہے کہ "رخص لنا رسول اللہ ؐ عام اوطاس فی المتعۃ ثلاثا ثم نہا عنہا" اس روایت میں لفظ "عام اوطاس" ہے نہ "یوم اوطاس" یا "غزوہ اوطاس" اور چونکہ غزوہ اوطاس فتح مکہ سے واپسی میں ہوا تھا اس لئے یہ روایت کسی طرح بھی روایت فتح مکہ سے متعارض نہیں ہے بلکہ دونوں صحیح اور متحد المعنی ہیں - ایک چیز کے دو پتے بتلائے گئے ہیں اور دونوں درست ہیں خواہ عام اوطاس کہو خواہ عام فتح مکہ کیونکہ دونوں غزوے ایک ہی سفر اور ایک ہی سال میں واقع ہوئے تھے -

روایت حنین - نسائی میں عبدالوہاب کے تین شاگردوں عمرو بن علی و محمد بن بشار و محمد بن المثنیٰ سے جناب امیر کی خیبر والی روایت بزبانی عبدالوہاب درج ہے جس میں اول دو شاگرد تو خیبر کو ظرفِ حرمت متعہ بیان کرتے ہیں مگر تیسرے صاحب حنین کو ظرف بتلاتے ہیں اور یہ کتابت کی غلطی کے باعث

ظہور میں آیا ہوا معلوم ہوتا ہے کیونکہ جمہور رواۃ جناب امیرؑ کی روایت میں خیبر روایت کرتے ہیں اور عبدالوہاب کے استاد یحییٰ بن سعید اور ان کے اکثر شاگرد بھی خیبر ہی کہتے ہیں - پس ابن مثنیٰ کی روایت روایتِ شاذہ کا حکم رکھتی ہے - روایت فتح مکہ - حرمتِ تابیدی کا حکم فتح مکہ میں ہی ہوا تھا جیسا کہ ابوذر رض سبرۃ المعبد جہنی رض و مسلم بن اکوع رض کی متعدد روایات مذکورہ بالا سے صاف ظاہر ہے - باوجود متعدد احادیثِ حرمتِ متعہ کی موجودگی کے شیعہ صاحبان جناب فاروق رض ہی کو موجبِ حرمتِ متعہ گردانتے ہیں اور اس کے ثبوت میں یہ حدیث آپ کی طرف منسوب کرتے ہیں "کانت متعتان فی عہد رسول اللہ ﷺ متعۃ الحج و متعۃ النساء انا احرمہما" یا "انا انہی عنہما" اولاً یہ روایت بدیں الفاظ کہیں ثابت نہیں - پہلے باسانیدِ صحیحہ شیعہ صاحبان اسکو ثابت کریں اس کے بعد الزام دیں البتہ تفسیر کبیر میں یہ روایت "انا انہی عنہما" کے الفاظ سے درج ہے مگر یہ انہوں نے اپنی تحقیق سے درج نہیں کی اور نہ اس کی صحت یا عدمِ صحت کے وہ ذمہ وار گردانے جا سکتے ہیں کیونکہ انہوں نے یہ روایت ان وجوہات کے سلسلہ میں من و عن نقل کی ہے جنہیں شیدایانِ متعہ اپنے علم و دیانت کی بنا پر جوازِ متعہ میں پیش کرتے ہیں چنانچہ انہوں نے آخر تقریر میں فرمایا ہے "ھذا جملۃ وجوہ القائلین بجواز المتعۃ" اس کے بعد بھی اگر شیعہ صاحبان یہ کہیں کہ تفسیر کبیر میں چونکہ یہ روایت درج ہے اس لئے اہل سنت اس کی صحت کے ذمہ وار ہیں تو محض ہوگا - اگر بغرض بحث کیلئے ہم یہ تسلیم بھی کرلیں کہ آپ نے لفظ "احرم" یا "انہیٰ" استعمال کئے تھے تو پھر یہ بمعنی مجاز استعمال ہوئے ہیں یعنی میں ان کے حرام یا ممنوع ہونے کی خبر دیتا ہوں - اگر کوئی رافضی اس مجازی معنی سے انکار کرے تو اصول کافی الکلینی میں جو "یحلون ما یشاؤن و یحرمون ما یشاؤن الخ" (ترجمہ) ہم حلال کرتے ہیں جسے چاہیں اور حرام کرتے ہیں جسے چاہیں درج ہے وہاں حلال و حرام کو ان کے حقیقی معنوں میں استعمال کرنے سے وہی قباحت لازم آتی ہے جو حضرت عمرؓ کی نسبت شیعہ صاحبان اپنی کتابوں میں بیدریغ لکھتے ہیں پس جو جواب مجازی معنی کا منکر مؤخر الذکر فقرہ کا دیگا وہی ہمارا جواب مقدم الذکر

فصل ثانی

روایاتِ سُنّیہ پیش کردہ روافض اور ان پر بحث

پیشتر اس کے کہ روایاتِ سنیہ پر بحث کرین یہ امر اشد ضروری معلوم ہوتا ہے کہ متعہ کی مختصر تاریخ بیان کر دی جائے - جہانتک اہلِ سنت کی کتبِ سیر و حدیث کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے متعہ رسول کریم صلعم کی بعثت سے قبل سرزمین عرب مین مروج تھا چنانچہ حضور علیہ السلام نے اسے ابتدائے اسلام مین حرام فرمایا - اور پھر فتحِ مکہ مین تین روز کے لئے محض بضرورتِ جنگ اس کی اجازت دیکر قیامت تک اسے حرام قرار دے دیا - ابی ذر غفاری رض سے روایت ہے "انما احلت لاصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم متعۃ النساءِ ثلاثۃ ایام ثم نھی عنھا رسول اللہ صلعم" (ترجمہ رسول کریم نے اپنے اصحاب کیلئے تین روز متعہ حلال کیا تھا پھر اس سے منع فرما دیا - اس قسم کی سینکڑون احادیث صحاح ستہ مین مروی ہین جن کی بنا پر اہل سنت کے چارون ائمہ کرام یعنی امام ابو حنیفہ رح امام شافعی رح - امام احمد حنبل و امام مالک رح نے متعہ کو حرام قرار دیا ہے چنانچہ ان کی کتبِ معتبرہ مین بیشمار سندات موجود ہین - البتہ امام مالک کے متعلق صاحب ہدایہ کی غلطی کے باعث ہدایہ مین یہ فقرہ "متعہ نزد امام مالک رح جائز است" درج ہو گیا ہے حالانکہ اس کی کوئی بنیاد ہی نہین ہے - چنانچہ ہدایہ کی شرح عینی مندرجہ حاشیہ پہ ہی اس غلطی کی کافی تشریح کر دی گئی ہے - خود امام مالک رح نے موطا مین حضرت علی رض کی خیبر والی روایت کی بنا پر متعہ کو حرام کہا ہے - فقہ مالکیہ کی دیگر کتبِ فقہ مین بھی اسے حرام ہی لکھا ہے - شرح مختصر مین خلیل مالکی لکھتے ہین "لا خلاف عندنا ان المتعہ نکاح یفسخ مطلقاً" اور رسالہ ابن ابی زید مالکی مین "لا یجوز نکاح المتعہ اجماعاً" اور "منہج الوافیہ فی فقہ المالکیہ" مین بھی "لا یجوز نکاح المتعہ وہو النکاح الی اجل" موجود ہے - علاوہ ازین امام مالک رح متعہ پر حد تجویز کرتے ہین - علاوہ ان اندرونی سندات کے ایک چھوڑ دو بیرونی سندات اس بات مین ایسی معتبر ہین جنسے کسی شیعہ کو بھی انکار نہین ہو سکتا اور وہ یہ ہین - علامہ حلی کہ شیعہ غالی ہین

ف اس جگہ تک رسالہ لکھ چکنے کے بعد مجھ کو کافی کی کتاب الروضہ مطالعہ کرنے کا اتفاق ہوا تو ص ۱۶ پر یہ عبارت میری نظر سے گذری "فقال ابو عبد اللہ ع الرافضۃ قال قلت نعم قال لا واللہ ما ھم سموکم ولٰکن اللہ سماکم الخ"۔

کہ رافضہ الیسا کہا ہوا نام ہے اس لیے میں نے آئندہ عہد کر لیا ہے کہ شیعون کو خدا کے نام سے ہی پکارا کرونگا۔

"کشف الحق" مین فرماتے ہین "ذہبت الامامیہ الی اباحت نکاح المتعہ وخالف فیہا الفقہاء الاربعۃ" اور اسی طرح "احقاق الحق" مصنفہ ایضاً مین مذکور ہے "کہ چارون ائمہ کے نزدیک متعہ حرام ہے" اس شہادت کے ہوتے ہوئے کوئی شخص اس امر سے انکار نہین کرسکتا کہ صاحب ہدایہ نے محض غلطی سے یہ لکھدیا ہے ورنہ اس کی کوئی بنیاد ہی نہین ہے۔ اس مختصر تمہید کے بعد ہم ان روایات کو سلسلہ وار درج کرتے ہین جو شیعون کیطرف سے حلت متعہ کے ثبوت مین کتب سنیہ سے پیش کیجاتی ہین اور ساتھ ہی ہم ان کی تردید بھی کرتے جائینگے

(۱) سب سے اول ابن مسعود کی یہ روایت بخاری ومسلم سے بڑے شدومد سے پیش کیجاتی ہے "کنا نغزو مع رسول اللہ صلعم ولیس معنا نساء فقلنا الا نستخصی فنہانا عن ذلک ورخص لنا ان نتزوج المرأۃ بالثوب الی اجل ثم قرأ عبداللہ یاایہا الذین امنوا لا تحرموا طیبات ما احل اللہ لکم (ترجمہ) ابن مسعود کہتا ہے کہ ہم رسول کریم صلعم کے ہمراہ غزا مین تھے اور ہماری عورتین ساتھ نہین تھین ہم نے عرض کیا کیا ہم اپنے آپ کو خصی کرلیوین آپ نے منع فرمایا اور پھر اجازت دی کہ عورتون سے نکاح موقت بالعوض کپڑے کے کرلین پھر یہ پڑھا کہ اے ایمان والو نہ حرام کرو ان پاک چیزون کو جو اللہ نے تمہارے لئے حلال کی ہین

جواب ایماندارون نے یہ روایت تو لکھدی مگر دوسری روایت کو دیکھکر سانپ سونگھ گیا جو آگے قلم نہ اٹھ سکا۔ حالانکہ دوسری روایت بھی ابن مسعود ہی سے مروی ہے اور کیسی صاف سند تنسیخ متعہ پر ہے۔ بیہقی ابن مسعود سے روایت کرتا ہے "قال المتعۃ منسوخۃ نسخہا الطلاق والصدقۃ والعدت والمیراث" (ترجمہ) کہ انہون نے کہا کہ متعہ منسوخ ہو چکا ہے اور اس کو طلاق مہر عدت اور میراث نے منسوخ کیا ہے۔ علاوہ ابن مسعود کی اس روایت کے حضرت علی کی بھی ایک اسی مضمون کی روایت تفسیر درمنثور جلد ۲ صفحہ ۱۱ پر درج ہے "قال نسخ رمضان کل صوم ونسخ الزکاۃ کل صدقۃ ونسخ المتعۃ الطلاق والعدۃ والمیراث ونسخت الضیحۃ کل ذبیحۃ" (ترجمہ) فرمایا علی رضی نے رمضان نے کل روزے منسوخ کئے اور زکوۃ نے کل صدقات منسوخ کئے اور طلاق عدت اور میراث نے متعہ کو منسوخ کیا اور قربانی نے کل ذبیحات منسوخ کئے"۔ ابن مسعود کی پہلی روایت اس وقت کی ہے جب تک کہ متعہ منسوخ نہین ہوا تھا اور جب متعہ منسوخ ہوگیا اور قرآن مجید کی مختلف آیات نسبت نکاح وطلاق ومیراث نازل ہوگئین تو انہون نے فوراً حلت متعہ سے رجوع کرلیا چنانچہ سندات متذکرۃ الصدر اس امر کی شاہد ہین +

(۲) دوسری روائیت سبرہ ابن معبد جہنی سے احمد و مسلم روایت کرتے ہین وہو ہذا "قال اذن لنا رسول اللہ صلعم عام فتح مکۃ فی متعۃ النساء فخرجت انا و رجل ..... ثم استمتعت منہا فخرج حتی حرمہا رسول اللہ علیہ وسلم" (ترجمہ) اجازت دی ہمکو رسول کریم صلعم نے فتح مکہ کے سال متعۃ النساء کی پس چل پڑے مین اور ایک اور آدمی ..... پس مین نے متعہ کیا۔

(جواب) یہانتک تو ایمانداری سے روایت کو پیش کیا گیا ہے لیکن اس کے بعد کے الفاظ "پس مین وہان سے نہ نکلا جب تک رسول کریم صلعم نے حرام نہ کر دیا۔ نہایت بددیانتی سے بلا ڈکار ہضم کیا گیا ہے کیا یہ الفاظ تقیہ سے چھپائے گئے ہین یا کوئی اور وجہ ہے گو یہی روایت ہی ہمارے دعوے کیلئے کافی ہے لیکن ہم "دزد انجانہ باید رسانید" کے مطابق سبرہ جہنی کی دوسری روایت انہین ہر دو کتب احادیث سے پیش کرتے ہین جو اس معاملہ کو روز روشن کیطرح صاف کر دیتی ہے "بقول یا ایہا الناس انی کنت اذنت لکم فی الاستمتاع الا و ان اللہ حرمہا الی یوم القیمۃ الخ" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے اے لوگو مین نے تمہین متعہ کی اجازت دی تھی مگر اب اللہ نے اسے قیامت تک حرام کر دیا ہے۔

(۳) بخاری مین ایک اور مسلم مین دو روایات ابن اکوع سے مروی ہین اور وہ یہ ہین (اول) "خرج علینا منادی رسول اللہ فقال ان رسول اللہ قد اذن لکم ان تستمتعوا متعۃ النساء" (ترجمہ) رسول کریم صلعم کا منادی آیا اور کہا کہ رسول کریم صلعم نے متعۃ النساء کی اجازت دی ہے" دوئم "اتانا رسول اللہ فاذن لنا المتعۃ" (ترجمہ) خود رسول کریم صلعم تشریف لائے اور ہمین متعہ کی اجازت دی۔ سوئم "قال کنا فی جیش فاتانا رسول اللہ قال انہ قد اذن لکم ان تستمتعوا فاستمتعوا" (ترجمہ) ہم فوج مین تھے کہ رسول کریم صلعم کا ایک آدمی ہمارے پاس آیا کہ رسول کریم نے متعہ کی اجازت دی ہے تو ہم نے متعہ کیا (جواب) یہ تینون آیات ایک ہی وقت کی بیان کی ہوئی معلوم ہوتی ہے کیونکہ الفاظ قریباً قریباً یکسان ہین چونکہ مختلف آدمیون کی وساطت سے یہ روایات محدثین تک پہنچی ہین اس لئے قدرے اختلاف لفظی پایا جاتا ہے۔ پس جہاں ان تین روایات کو پیش کیا گیا تھا وہاں اگر چوتھی روایت کو بھی لکھا جاتا تو کیا اچھا ہوتا نہ ان کو اعتراض کرنے کی ضرورت لاحق ہوتی اور نہ ہمین جواب دینے کی زحمت اٹھانی پڑتی۔ چوتھی روائیت احمد و مسلم نے مسلم بن اکوع سے یہ نقل کی ہے "قال رخص لنا رسول اللہ صلعم فی متعۃ النساء عام فتح مکۃ ثلاثۃ ایام ثم نہی عنہا بعدہا" (ترجمہ) ابن اکوع نے کہا کہ فتح مکہ کے سال تین دن کیلئے رسول کریم صلعم نے ہمین متعہ کی اجازت دی تھی پھر اس کے بعد منع فرما دیا۔ اسی قسم کی ایک اور حدیث سلمہ بن اکوع کے بیٹے نے اپنے باپ سے روایت کی ہے جو طحاوی نے

باب المتعہ مین اس طرح درج ہے "قال اذن رسول اللہ ص فی المتعۃ النساء ثم نہی عنہا" (ترجمہ) مسلمہ بن کوع نے کہا کہ رسول اللہ نے متعۃ النساء کی پہلے اجازت دی تہی ۴ سلمہ بن اکوع کی چارون روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ صحابہ کرام باوجود شدت تجرد کے متعہ سے رُکے رہے اور حضور ع کے صدورِ اجازت کے بعد مرتکب متعہ ہوئے اگر نکاح کیطرح متعہ کی عام اجازت ہوتی اور یہ بہ نص قرآنی ثابت ہوتا جیسا کہ شیعہ صاحبان آیۂ فما استمتعتم کو اس کی نصِ صریح قرار دیتے ہین تو صحابہ کا قبل از اجازت متعہ سے اجتناب کرنا اور بعد صدورِ اجازت اس کا مرتکب ہونا کوئی معنی نہین رکہتا اور اس تفریق کی کوئی وجہ معقول معلوم نہین ہوتی کہ کیون نکاح کے واسطے کبہی صحابہ نے یہ التزام نہین کیا کہ حضور ؐ سے پہلے اجازت بلکہ مشورہ تک لین اور بعد مین نکاح کرین - اندرین حالات حرمتِ متعہ مین کوئی شبہ باقی نہین رہتا کیونکہ اگر متعہ ایسا ہی حلوۂ بے دودہ تہا تو اس کیلئے اس قدر تگ و دو کی کیا حاجت تہی جسکو بہی خواہش ہوتی بے کھٹکے متعہ کرلیتا - حدیث سوئم مین لفظ فاستمتعوا سے بہی یہ معلوم ہوتا ہے کہ سلمہ بن اکوع متعہ کنندگان مین نہ تھے بلکہ اور لوگون نے کیا تہا بایں ہمہ صحیح بخاری مین اس حدیث کے بعد دوسری حدیث مین خود حضرت سلمہ بن اکوع کے یہ الفاظ ہین "فما ادری اشیٔ کان لنا خاصۃ ام للناس عامۃ" کہ معلوم نہین یہ اجازت خاص صحابہ ہی کو تہی یا تمام امت کے لئے تہی -

(۲) دو روایات مسلم کے باب الحج مین ابوذر سے مروی ہین (اول) "قال کانت لنا رخصۃ" (ترجمہ) متعہ کی ہم کو اجازت تہی - دوئم "لا تصلح المتعۃ الا لنا خاصۃ" سوائے ہمارے کسی مین صلاحیت متعہ کی نہ تہی (جواب) یہ روایات جیسا کہ ان کے محل وقوع سے ظاہر ہوتا ہے متعۃ الحج کے متعلق ہین چنانچہ اسی جگہ ابوذر ح سے ایک اور روایت درج ہے جس سے یہ معاملہ اظہر من الشمس ہو جاتا ہے "قال کانت المتعۃ فی الحج لاصحاب محمد خاصۃ" (ترجمہ) ابوذر نے کہا کہ متعۃ الحج اصحاب محمد ص کے لئے خاص تہا - اسی مضمون کی ایک اور حدیث نسائی مین مرقوم ہے جس سے بلاشک و شبہ یہ امر واضح ہو جاتا ہے کہ ابوذر کی روایات بہ قسم متعۃ الحج ہی کے متعلق ہین یہ روایت حارث بن بلال سے مروی ہے "قال قلت یا رسول اللہ ص افسخ الحج لنا خاصۃ ام للناس عامۃ فقال بل لنا خاصۃ" متعۃ النساء کے متعلق ابوذر سے ایک ہی روایت مروی ہے اور وہ متعہ کی ہسٹری کے بیان مین اوپر ذکر کی جاچکی ہے -

(۵) بخاری - طحاوی - تفسیر کبیر و تفسیر در منثور ربین عمارہ نے ابن عباس سے روایت کی ہے
"سئلت ابن عباس عن المتعۃ اسفاح ام نکاح فقال لا سفاح ولا نکاح قلت فما ھی قال ھی المتعۃ الخ" (ترجمہ) میں نے ابن عباس سے سوال کیا آیا متعہ زنا ہے یا نکاح تو انہوں نے جواب دیا کہ یہ نہ زنا ہے اور نہ نکاح بلکہ متعہ الخ - نیز بخاری میں ابی حمزہ سے روایت ہے "سئل ابن عباس عن متعۃ النساء فرخص فیھا فقال لہ مولی لہ انما کان ذلک فی النساء قلت والحال شدید فقال ابن عباس نعم" (ترجمہ) سوال کیا گیا ابن عباس سے متعۃ النساء کے متعلق تو اس نے اجازت دیدی پھر اس کے نوکر نے اس کو کہا کہ یہ تو اس وقت تھا جب کہ عورتوں کی قلت تھی اور حالتِ شدید لاحق ہوتی تھی ابن عباس نے کہا کہ ہاں"

(**جواب**) پیشتر اس کے کہ ان روایات کا جواب عرض کیا جاوے یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ابن عباس کی ابتدائی زندگی کے متعلق چند واقعات درج کئے جاویں جن کی روشنی میں مفصلہ بالا روایات کی تفہیم باحسن وجوہ عمل میں آئے گی۔ آپ ایک سال قبل از ہجرت پیدا ہوئے اور اپنے باپ کے ہمراہ قریباً نو سال مکہ میں رہے تھے۔ جب آنحضرت ہجرت کے آٹھویں برس غزوہ مکہ کیلئے اس جگہ تشریف لائے تو حضرت عباسؓ کو جو انہیں راستہ میں مدینہ کیطرف جاتے ہوئے ملے بمعہ ذریات و مستورات مدینہ منورہ بھیجدیا تھا اس لئے نہ تو کوئی غزوۂ سابق ہی ابن عباس کی موجودگی میں ہوا تھا اور نہ فتح مکہ ہی علاوہ اس کے آخر آپ تھے بھی تو بچہ ہی اگر ان کے سامنے بھی یہ غزوات ہوتے تو آپ میں احکاماتِ شرعیہ سمجھنے کی قابلیت ہو بھی کہاں سکتی تھی۔ لہٰذا آپ کو جو علم متعہ کے متعلق تھا وہ سماعی تھا۔ بہر کیف ان روایات کی تردید خود ان کی دیگر روایات سے ہوتی ہے علاوہ ازیں حضرت علیؑ نے ایک روایت ابن عباس کے خلاف ارشاد فرمائی تھی جو ان کی (ابن عباس کی) عدم اطلاع کی تائید کرتی ہے۔ جب ابن عباس کی تصنیف کردہ تفسیر القرآن موجود ہے تو سب سے اول ہمیں اس تفسیر کا مطالعہ کرنا لازم ہے نہ کہ اِدھر اُدھر کی روایات کی جستجو میں سرگرداں ہونا چاہئے۔ آیۂ احل لکم ما وراء ذلکم کی تفسیر کے تحت میں آیۃ ان تبتغوا باموالکم محصنین غیر مسافحین

فما استمتعتم بہ منھن فاتوھن اجورھن فریضۃ الخ" کی تفسیر آپ اس طرح کرتے ہیں ان تبتغوا تزوجوا باموالکم (الی الاربع) ویقال ان تشتروا باموالکم من الاماء ویقال ان تبتغوا باموالکم فروجھن وھی المتعۃ وقد نسخت الاٰن محصنین متزوجین غیر مسافحین غیر زانین بلا نکاح فما استمتعتم استنفعتم بہ منھن بعد النکاح فاتوھن اجورھن فریضۃ مھورھن کاملۃ ولا جناح علیکم ولا جرم علیکم فیما تراضیتم بہ فیما تنفقون وتزیدون فی المھر بالتراضی من بعد الفریضۃ الاولی التی سمیتم لھا ان اللہ کان علیما فیما احل لکم النکاح حکیما فیما حرم علیکم المتعۃ۔ اس آیت کی تفسیر پڑھنے کے بعد ابن عباس کا عقیدہ نسبت متعہ کے اس قدر واضح ہو جاتا ہے کہ اس کی اور زیادہ تشریح کرنا آفتاب کو چراغ دکھانا ہے آپ نے صاف الفاظ میں متعہ کے حکم کو منسوخ شدہ تصور کیا ہے۔ علاوہ ازیں بخاری و تفسیر کبیر میں ابن عباس سے مروی ہے "اللھم انی اتوب الیک من قولی فی المتعۃ" (ترجمہ اے اللہ میں نے اپنے قول نسبت حلت متعہ سے توبہ کی۔ یہاں تک تو ابن عباس کی اپنی تفسیر اور روایت سے متعہ کی حلت کی تردید کیگئی ہے۔ اب ہم ایک روایت حضرت علیؑ سے درج کر کے ابن عباس کی روایات کے ذکر کو ختم کرتے ہیں۔ موطا مالک بخاری و مسلم میں بروایت محمد حنفیہ ابن علیؑ حضرت علی سے مرقوم ہے "انہ قال لابن عباس انک رجل تائہ ان رسول اللہ صلعم نھی عن المتعۃ" (ترجمہ) حضرت علی ع نے ابن عباس سے کہا تحقیق تو مرد سرگشتہ ہے تحقیق رسول کریم صلعم نے متعہ سے منع فرمایا ہے، بعینہ یہی حدیث شیعوں کی کتاب محاسن برقی میں بھی درج ہے جس کا ذکر اوپر ہو چکا ہے۔

(۶) مسلم کی کتاب الحج میں عمران بن حصین سے مروی ہے "تمتعنا مع رسول اللہ صلعم و لم ینزل فیہ القرآن قال رجل فیھا برایہ

ماشآء" اور پھر بخاری کے باب من تمتع بالعمرۃ الی الحج میں یہی روایت قدرے کم و بیش الفاظ سے درج ہے (ترجمہ) ہم رسول اللہ ص کے ہمراہ متعہ کیا کرتے تھے۔ اور قرآن میں ممانعت کی آیت نازل نہیں ہوئی اور ایک شخص نے اپنی رائے سے کہا جو اس نے چاہا۔

جواب ان ہر دو روایات کے محلِ اندراج سے صاف ظاہر ہے کہ یہ تمتع الحج کے متعلق ہیں نہ کہ تمتع النساء کے۔ یہ یار لوگوں کی چالاکی ہے کہ کہیں کی اینٹ کہیں لگا دیتے ہیں۔ چونکہ یہ دونوں روایات غیر متعلق ہیں اس لئے اسی قدر جواب پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

(۷) عبداللہ بن عمر رض سے ایک روایت ترمذی کے باب الحج میں مرقوم ہے کہ "فقال عبداللہ رض بن عمر رض ھی حلال فقال الشامی ان اباك قد نھی عنھا فقال عبداللہ رض بن عمر رض ارایت ان کان ابی نھی عنھا وصنعھا رسول اللہ ص امر ابی یتبع ام امر رسول اللہ ص فقال الرجل بل امر رسول اللہ ص (ترجمہ) ابن عمر رض نے کہا متعہ حلال ہے شامی نے کہا تمہارے باپ نے تو متعہ سے منع کیا ہے حالانکہ رسول اللہ ص نے اسے حلال کیا تھا کیا تو میرے باپ کا حکم مانیگا یا رسول اللہ ص کا پس شامی نے کہا البتہ حکم رسول اللہ ص کا (جواب) سابقہ دو روایات کیطرح اس آیت کا محلِ وقوع بھی صاف طور پر واضح کرتا ہے کہ روایت بھی تمتع الحج ہی کے متعلق ہے۔ اس لئے معاملۂ زیر بحث سے غیر متعلق ہے۔ عبداللہ رض بن عمر رض رسول اللہ کی جانب سے متعۃ النساء کے حرام کئے جانے کے بڑے زور سے مدعی ہیں چنانچہ آپ کی زبانی ایک روایت طحاوی کے باب المتعہ میں درج ہے "ان رجل سال عبداللہ رض بن عمر رض عن المتعہ فقال حرام قال فان فلاں یقول فیھا قال واللہ لقد علم ان رسول اللہ ص حرمھا یوم خیبر وما کنا مسافحین (ترجمہ) ایک شخص نے عبداللہ بن عمر رض سے متعہ کی نسبت سوال کیا تو آپ نے فرمایا کہ وہ حرام ہے تو اس نے کہا کہ فلاں اس کو حلال کہتا ہے اس پر آپ نے پھر فرمایا

ص ابن عمر نے کہا تو نے دیکھا میرے باپ نے متعہ منع کیا ہے

بخدا مجھے علم ہے کہ رسول اللہ صلعم نے اسے یوم خیبر کو حرام فرمایا تھا اور ہم زنا کرنے والے نہ تھے۔

(۸) "لولا نہی عمر ابن خطاب ما زنی الا شقی" (ترجمہ) اگر عمر خطاب رض منع نہ کرتے تو کوئی زنا نہ کرتا مگر شقی۔ یہ روایت تفسیر ثعلبی و تفسیر نیشاپوری میں درج ہے (جواب) اول تو تفسیر ثعلبی و تفسیر نیشاپوری اہل سنت کی معتبر کتابیں ہی نہیں ہیں۔ دوم یہ روایت ان تفسیروں میں بلا اسناد درج ہیں اور بے سند روایت ہرگز لائق اعتبار نہیں ہوتی۔ سوم حضرت عمر رض کی ممانعت متعہ بالکل مطابق ارشاد نبوی ص ہے جیسے جناب امیر ع کی خیبر والی روایت واضح کرتی ہے۔ اگر حدیث نبوی ص کے برخلاف حضرت عمر رض کی ضد پر حضرت علی رض حلت کا خیال جما کر یہ فقرہ تراش لیں تو حضرت عمر رض پر کیا الزام ہے بلکہ حضرت عمر رض پر اعتراض کرنا در اصل حضور ع پر اعتراض کرنا ہے۔ قول علی ع قول رسول ص پر کسی طرح فائق نہیں ہو سکتا۔

حرمتِ متعہ اور حضرت عمر رض

احادیث متذکرۃ الصدر کو اگر تعمق نظری سے دیکھا جاوے تو یہ بات واضح ہوتی ہے کہ حضور علیہ السلام نے متعہ کو حرام تو آیات نکاح طلاق و میراث اور "الا علی ازواجہم" کے نزول کے بعد ہی کر دیا تھا لیکن جب بعض غزوات خصوصاً غزوہ فتح مکہ میں آپ کے بعض اصحاب نے اپنی منکوحات سے طبعی جدائی کا شکوہ کیا تو آپ نے مصلحتاً جسطرح بحالت اضطرار مردار و خنزیر کھانے کی شرعاً اجازت ہے۔ اس حرام شدہ فعل کے ارتکاب کی وقتی اجازت دے دی تھی۔ چنانچہ جس قدر روایات اوپر درج ہو چکی ہیں ان سب میں یا تو رخصت کا لفظ ہے اور یا اذن کا گویا آپ نے حرمتِ سابقہ کو منسوخ نہیں کیا تھا۔ بلکہ اسے قائم رکھتے ہوئے اس کے برعکس عمل کی چند روزہ اجازت عطا فرمائی تھی اور پھر اس عارضی اجازت کے امکان اعادہ کو ہمیشہ کیلئے قطع کرنے کی خاطر ارشاد فرمایا تھا۔ کہ اب متعہ ہمیشہ کیلئے حرام ہے جیسا کہ

سبرۃ ابن معبد جہنی کی روایت سے ثابت ہوتا ہے۔ اس قسم کی وقتی اباحت سے بعض صحابۂ کرام کو جنہیں شیعہ صاحبان تجویزِ متعہ کے زمرہ میں شمار کرتے ہیں شبہات طاری ہوئے کسی نے وقتی اباحت سے عموم اجازت سمجھ لیا اور متعہ کو طیبات میں شمار کرنے لگے اور بعض لوگوں نے جن کی فی الجملہ نظر غائر تھی وہ تو یہ سمجھے کہ متعہ حرام ہے اور اجازت نبوی بحالت اضطرار تھی مگر مثل حالت خنزیر اس کی حلت بھی دائمی ہے حالانکہ یہ قیاس صحیح نہیں کیونکہ واقعاتِ خاصہ مقید عموم نہیں ہوتے۔ علاوہ اس کے صحابہؓ کو جس قسم کی ضرورت متعہ لاحق ہوئی اس کی شدت اس سے ظاہر ہے کہ ان معذورین نے شدتِ عزوبت کے مقابلہ پر آختہ ہوجانا راجح سمجھا کیا آج کوئی مردِ میدان ہے کہ غلبۂ شہوت کی تکلیف کے مقابل میں آختہ ہوجانے پر طیار نظر آئے البتہ اس سے نجات کی یہ صورت تھی کہ مضطرین کو مراجعت وطن کی اجازت دیجاتی۔ مگر دیکھا یہ جاتا ہے کہ اس وقت اشاعت وحفظِ اسلام ایسا ضروری و مہتم بالشان امر تھا کہ ہر طرح کی تکلیف جانی و مالی پر بھی مراجعت وطن کا نہ صحابہ کو خیال آیا نہ حضور علیہ السلام نے مراجعت کا حکم دیا اور خصی بننا اول تو خود ممنوع دوسرے وہ قطع نسل اور تقلیلِ اہل اسلام کا باعث پھر اس کی اجازت ہوتی تو کیسے ہوتی اور عورتیں بجز متعہ نکاح پر راضی نہیں۔ ایسی اضطراری حالت بعد میں کب مسلمانوں کو لاحق ہوئی۔ فضل الٰہی سے بعد فتح مکہ مسلمانوں اور مجاہدوں کی کثرت ہوگئی کما قال اللہ سبحانہٗ "اذا جاء نصر اللہ والفتح ورایت الناس یدخلون فی دین اللہ افواجا" اور انشاء اللہ ہمیشہ رہے گی پھر ایسی اضطراری حالت پر اختیاری و آسانی کی حالت کو قیاس کرنا کب صحیح ہوسکتا ہے اس لئے مثل حالتِ مردار و خنزیر متعہ کی حلت دائمی نہیں ہوسکتی یہی وجہ ہے کہ جہاں کہیں حضورِ اقدس صلعم نے بقدر ضرورت اجازت دی ہے تو ساتھ ہی اس کی صراحتہً ممانعت بھی کردی ہے تاکہ کسی کو وقتی اجازت پر عموم اباحت کا شبہ ہوجائے۔

شیعہ صاحبان نے احادیثِ حرمت متعہ کی تغلیط کی چند وجوہ بیان کی ہیں جن کا سلسلہ وار اس جگہ ذکر کرنا نہایت مناسب معلوم ہوتا ہے۔

"وجہ اول" تطبیقِ روایات مین تکرار نسخ پیش کیا جاتا ہے مگر تکرار نسخ غیر معقول ہے"

جواب مگر معترض صاحب کو شاید یہ معلوم نہین کہ تحویلِ قبلہ کی کیا حالت رہی ہے۔ مکہ مین کعبہ قبلہ رہا اور ہجرت کے بعد بیت المقدس بنا۔ چند مہینے بعد پھر کعبہ ہمیشہ کیلئے قبلہ ہو گیا۔ یہ تکرار نسخ تحویلِ قبلہ مین اگر معقول ہے تو متعہ مین بھی معقول ہونا چاہیئے۔

وجہ ثانی "تکرارِ اجازت سے بھی خوبیٔ متعہ ثابت ہے ورنہ مذموم فعل کی کبھی مکرر اجازت نہ ہوتی"

جواب۔ تکرارِ اجازت تو ہرگز بھی موید تحسین نہین خواہ متعہ من اصلہ مذموم ہو یا مستحسن۔ بصورت اول جو وجہ پہلی اجازت کی ہے وہی دوسری کی اور بصورت ثانی نہ پہلی ممانعت صحیح اور نہ دوسری اگر تکرارِ اباحت موجب استحسانِ متعہ ہو تو مضطر کیلئے بھی تکرارِ اباحتِ خنزیر و میتہ موجب حسنِ خنزیر ومیتہ ہو گا۔

وجہ ثالث مقام تنسیخ متعۃ النساء کے متعلق روایات متحد اللفظ نہین ہین کہین خیبر کہین اوطاس کہین مکہ اور کہین حنین مقام تنسیخ بتلایا گیا ہے جس سے لازماً یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ تنسیخ کی کہانی غلط ہے (برہان المتعہ)

جوابِ اول مجملاً۔ جیسا کہ اوپر واضح ہو چکا ہے رخصتِ متعہ بحالتِ اضطرار عمل مین آئی اور پھر بعد مین اس اباحتِ اضطراری کو فوراً منسوخ بھی کیا گیا تو اگر یہ حالتِ اضطراری مختلف مقامات پر پیدا ہوتی رہی ہو تو کونسا تعجب کا مقام ہے اور اس سے کسطرح تغلیطِ تنسیخ واقع ہوتی ہے۔ اور ایک سانحہ خاص حالات کے ماتحت ایک وقعہ اور ایک مقام پر واقع ہونیکی بجائے پانچ وقعہ اور پانچ مختلف مقامات پر واقع ہو جائے تو اس سے اُس سانحہ کے وقوع کی تغلیط کسطرح ثابت ہوتی ہے؟

جوابِ دویم تفصیلاً۔ روایت خیبر۔ خیبر کے متعلق حضرت علیؑ کی دو روایات ہین ایک مسلم کی اور دوسری دارمی کی مقدم الذکر کے الفاظ

واقعۂ عبرت

حضرت غوث علی شاہ صاحب قلندری قادری متعہ کے متعلق ایک واقعہ عبرت بیان فرماتے ہین جو تذکرہ غوثیہ کے صـ ۱۱۳ سے نقل کیا جاتا ہے۔ امید ہے اس سے دلدادگان متعہ عبرت حاصل کر کے قولاً و فعلاً تائب ہو جائین گے۔

"لکھنؤ مین ایک امیرزادہ شیعہ ہمارے پاس آیا کرتا تھا اتفاق سے اس کی تاریخ نکاح قرار پائی برات کے وقت خود آیا اور باصرار تمام ایک ہاتھی پر سوار کر کے ہم کو بھی لے گیا اور حسبِ وعدہ ہم کو علیحدہ مکان مین اتارا کوئی آدھی رات گذری ہوگی کہ نوشہ کا باپ بزم عقد مین شریک ہونے کیلئے ہم کو لے گیا صیغہ شروع ہونے کو تھا کہ ایک دایہ سرِ محفل آن کر کہنے لگی کہ اس نیک بخت پارسا لڑکی کو پانچ مہینہ کا حمل بھی ہے مگر حرام کا نہین بلکہ متعۂ شرعی کا ہے یہ بات سن کر دولہا چونکا اور بے باکانہ کہہ اٹھا کہ مین نکاح نہیں کرتا ہر چند لوگون نے سمجھایا ایک نہ مانی اس کے باپ نے ہم سے کہا کہ صاحب یہ آپکا معتقد بہت ہے کچھ آپ ہی اس کو سمجھائیے ہمارا تو کہنا مانتا نہین ناچار ہم نے پاس جاکر کہا کہ صاحب زادہ وجہ انکار کیا ہے بولا کہ حضرت یہ بچپن کی چاٹ لگی ہوئی آئندہ کب چھوٹے گی ہم نے کہا کہ میان جب تمہارے مذہب مین یہ امر جائز و درست ہے تو برا کیون سمجھتے ہو کہا صاحب ایسے مذہب کو بھی میرا سلام ہے اس کے باپ نے کہا ہین۔ کیا تو سنی ہوگیا۔ بولا کہ ہان پہلے تو نہ تھا مگر اب بیشک ہوگیا یہ کہکر اٹھہ کھڑا ہوا محفل درہم برہم ہوگئی ہم بھی اپنے مکان کو چلے آئے صبح کو وہ امیرزادہ آیا کہ حضرت مجھ کو مرید کر لیجئے ہم نے کہا کہ بھائی ہم ہین قادری اور تم کو ان سے عداوت ہے پھر بات کیونکر بنے گی۔ ع اس کی رسوئی ہے ماس جس سے تجھے بیر ہے ؛ جواب دیا حضرت گذشتہ سے توبہ اور آئندہ کو ان کا غلام ہون۔ جب اس نے بہت اصرار کیا تو مجبوراً ہم نے بیعت کر لیا زمانہ غدر تک تو اس کے خط آتے رہے پھر کچھ حال نہ معلوم ہوا خدا جانے زندہ بھی ہے یا نہین فقط

حسن بن علی رضؓ

حامیانِ متعہ کو چیلنج

ہم حضرات روافض کو (جو ایک دفعہ متعہ کرنیسے درجہ امام حسینؑ پا لینا ہو جانیکے قائل ہیں اور حضرت فاروق اعظمؓ کو حرمت متعہ کے اظہار پر کوستے ہیں) بارہ اماموں کی قسم اور چیلنج دیتے ہیں کہ وہ یاروں کے اندر بقید ولدیت و قومیت ایسے بچوں ہی کی فہرست شائع کریں جو لاہور اور نارووال میں گذشتہ بارہ ماہ کے اندر متعہ سے پیدا ہوئے ہوں فان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا النار التی وقودها الناس والحجارۃ اعدت للکافرین

مولوی محمد عظیم صاحب واعظ اسلام کا انتقالِ پر ملال

مولوی صاحب موصوف صوفی منش بزرگ تھے اسلئے ان کے وعظ میں خاص اثر تھا جس سے سعید روحیں ہدایت و فیض حاصل کرتی تھیں۔ چنانچہ اسی سال ضلع جہلم میں انہوں نے چند وعظ فرمائے جن سے متاثر ہو کر لوگ سینکڑوں کی تعداد میں عقائد رفض و بدعت سے تائب ہو کر سچے مسلمان بن گئے ہیں ان کی مرگ مفاجات کا سخت صدمہ اور ان کے پسماندگان سے دلی ہمدردی ہے خدا مولوی صاحب مرحوم کو جنت الفردوس اور مہجوروں کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ بزرگان دین سے خاص عقیدت رکھنے والے ایک اور صاحب مفتی حکیم محمد انور صاحب لاہوری بھی طویل بیماری کے بعد جان بحق تسلیم ہو گئے۔ خدا انہیں بھی بخشے (ناظم دائرہ)

تفصیل آمد و خرچ

حسب اندراج رجسٹر آمد و خرچ اخیر اگست سنہ ۱۹۲۲ء تک دائرہ کو نوسو اٹھہتر روپیہ پونے نو آنے آمد ہوئی جس میں سے آٹھ سو چھتیس روپیہ پونے تیرہ آنے خرچ نکال کر باقی پونے بہتر روپیہ بچت کے خانصاحب منشی شیر محمد صاحب وائس پرنسپل مو سکول آف آرٹس لاہور کے پاس باخذ رسید بطور امانت رکھے گئے۔ بعد ازاں آج تک پونے اٹھانوے روپیہ آمد ہوئی اور ایک سو ایک روپیہ سوا چودہ آنہ خرچ (جس میں رسالہ ہذا کے اخراجات بھی شامل ہیں) یعنے چار روپیہ سوا دو آنہ زائد خرچ ہوا جو دبیر صاحب نے فی الحال اپنے پاس سے دیدیا۔ پونے بہتر روپیہ کی رقم امانتِ انجمن ہذا تا حال خانصاحب کے پاس ہے

نوٹ: اس تمام آمد میں کوئی ایسی رقم شامل نہیں جو بابو غلام محمد صاحب اعوان قریشی نے سال رواں یا گذشتہ میں بتقریب جرم الزام خود یا انجمن معین الاسلام کے ذریعہ وصول کی ہو۔ مورخہ ۱۵ دسمبر سنہ ۱۹۲۲ء

الراقم سید مظہر حسین بی اے خازن دائرۃ الاصلاح

سلہ ان کے مقابل شیعوں کے علامہ عبد العلی ہروی بھی لاہور میں بمرض شدید چل دیئے۔ آپ حائری سے بہتر تھے۔